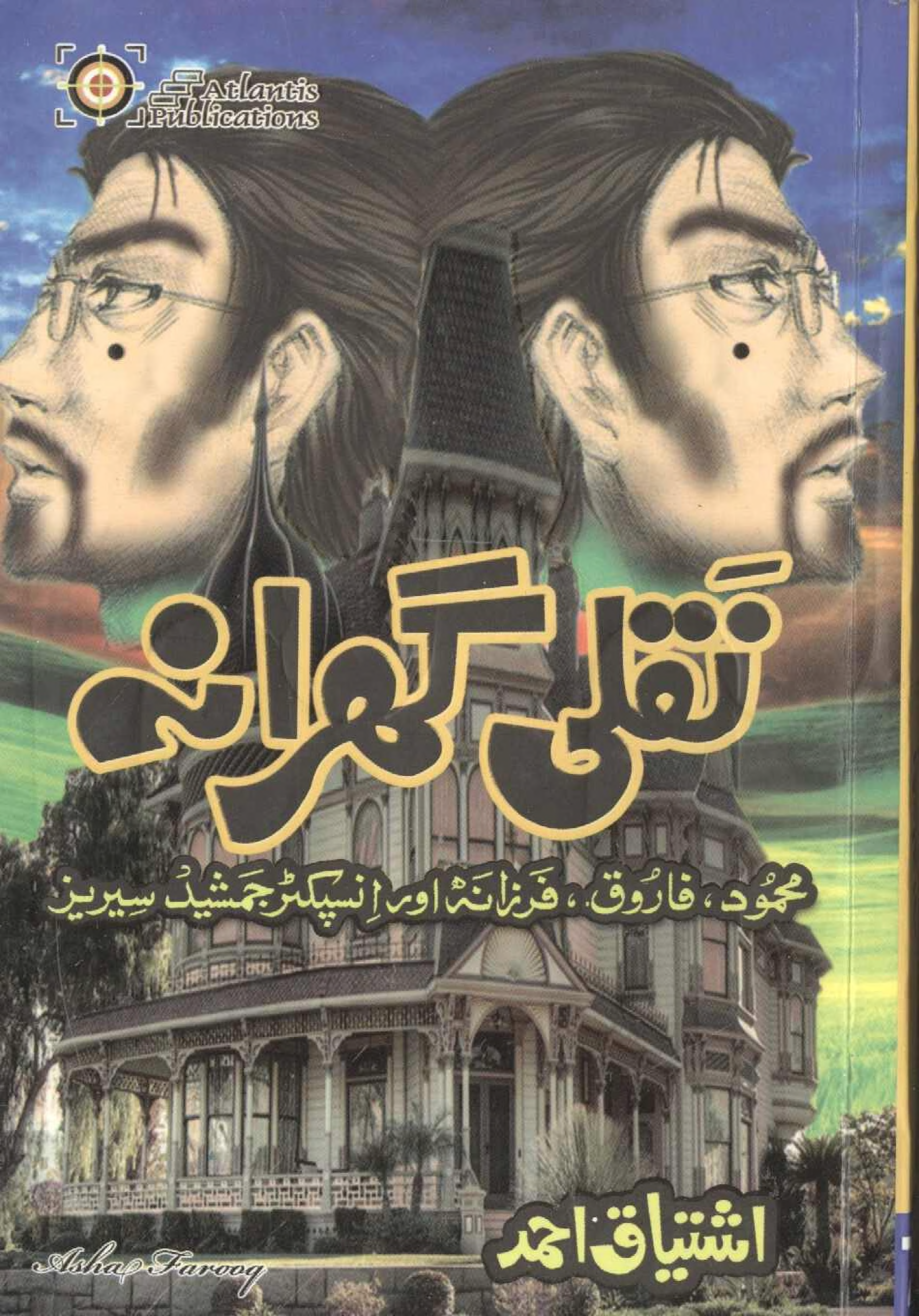
Atlantis Publications
نقلی گھرانہ
محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز
اشتیاق احمد
Ashaq Farooq

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

نقلی گھرانہ

اشتیاق احمد

اٹلانٹس پبلکیشنز

سکین اینڈ اپ لوڈ بائے محمد ندیم

Atlantis Publications

تفریح بھی، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلیکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	نقلی گھرانہ
نمبر	انسپکٹر جمشید سیریز 786
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	240 روپے

ISBN 978-969-601-036-4

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اٹلانٹس پبلیکیشنز کی پیشگی تحریری اجازت کے بغیر اس کتاب کے کسی حصے کی نقل، کسی قسم کی ذخیرہ کاری جہاں سے اسے دوبارہ حاصل کیا جا سکتا ہو یا کسی بھی شکل میں اور کسی بھی ذریعے سے ترسیل نہیں کی جا سکتی۔ یہ کتاب اس شرط کے تحت فروخت کی گئی ہے کہ اس کو بغیر ناشر کی پیشگی اجازت کے، بطور تجارت یا بصورت دیگر مستعار دوبارہ فروخت نہیں کیا جائے گا۔

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

اٹلانٹس پبلیکیشنز
A-36 ایسٹرن اسٹوڈیو B-16 سائٹ، کراچی۔
0300-2472238, 32578273, 34268800
ای میل: atlantis@cyber.net.pk
www.inspectorjamshedseries.com

سکین اینڈ اپ لوڈ بائے محمد ندیم

ایک حدیث

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا: ''قطع رحمی کرنے والا
جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''
(بخاری، مسلم)

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔
☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔
☆ آپ نے کسی کو وقت تو دے نہیں رکھا۔
☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہولیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

سکین اینڈ اپ لوڈ بائے
محمد ندیم

اس ماہ کا ناول

نقلی گھرانہ

آئندہ ماہ کا ناول

خاص نمبر 64

بادلوں کے اس پار

گزشتہ اشاعت کا ناول

ریاست کا مجرم

اٹلانٹس پبلکیشنز

A-36 ایسٹرن اسٹوڈیوز کمپاؤنڈ، B-16 سائٹ، کراچی
0300-2472238, 32578273, 34268800
e-mail: atlantis@cyber.net.pk
www.inspector-jamshed-series.com

اشتیاق احمد کی انسپکٹر جمشید سیریز
اب انگریزی رسم الخط (رومن ٹیکسٹ)

اشتیاق احمد کی انسپکٹر جمشید سیریز کا ناول

Packet Ka Raaz

شائع ہوگیا ہے

اٹلانٹس پبلیکشنز
A-36 ایسٹرن اسٹوڈیو B-16 سائٹ، کراچی۔
0300-2472238, 32578273, 34268800
ای میل: atlantis@cyber.net.pk
www.inspectorjamshedseries.com

دو باتیں

السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہٗ ...

یہ نقلی گھرانہ ہے ... اسے پڑھتے ہی آپ کو چکر آئیں تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہوگا ... جاسوسی ناولوں میں اگر چکر نہ ہوں تو انہیں جاسوسی کون کہے ... گویا جاسوسی ناولوں کا اور چکروں کا چولی دامن کا ساتھ ہوگیا ... اور یہ اچھا ہی ہے کہ ان کا چولی دامن کا ساتھ ہے ... نہ بھی ہوتا تو آپ یا میں کیا کر لیتے۔

میں جب کوئی ناول شروع کرتا ہوں تو پہلے صفحے پر وہ تاریخ لکھ دیتا ہوں، جو اس روز ہوتی ہے ... اس طرح مجھے یہ پتا ہوتا ہے کہ اس ناول کو شروع کیے اتنے دن ہوگئے ہیں ... اور یہ کہ مجھے کب تک ناول ختم کرنا ہے۔

نقلی گھرانے کے مکمل ہونے میں معمول سے زیادہ وقت لگ گیا ... کچھ حالات ایسے پیش آئے کہ اس پر کام روک دیا ... وہ حالات بتا کر آپ کو بور نہیں کروں گا ... بس یوں سمجھ لیں کہ انسان بے بس ہے ... خاص طور پر جو لوگ لکھنے والے ہیں ... وہ اور زیادہ بے بس ہیں ... اپنے احساسات کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں، ان کی ایک دنیا ہی الگ

ہوتی ہے ،جب کہ دوسرے احساس کی آنچ سے ٹس سے مس بھی نہیں ہوتے ...

یہی کچھ اس ناول کے لکھنے کے دوران ہوا ... اور اس کے مکمل ہونے میں دوگنا وقت لگ گیا۔

میں کوشش کروں گا کہ آئندہ اس قسم کے حالات سے بچتا رہوں۔انسان اگر اپنا دامن بچانا چاہے تو یہ کوئی اتنا مشکل کام نہیں ... بس اپنے اصول قائم کر لے ... پھر وہ اس قسم کے حالات سے بچ سکتا ہے اور ناخوش گواریوں سے دامن بچا کر اپنا کام جاری رکھ سکتا ہے ... اللہ نے چاہا تو میں آئندہ اپنا دامن بچا لوں گا۔

آپ میں سے اکثر کے یہ دو باتیں پلے نہیں پڑی ہوں گی ... اور ضروری نہیں کہ ہر بات پلے ہی پڑے ... کبھی کبھی اس کے بغیر بھی کام چلا لینا چاہیے ... اس لیے بہتر ہے کہ اب آپ ناول پڑھیں اور کوشش کریں کہ نقلی گھرانہ آپ کے پلے پڑ جائے ...

والسلام

بے چارگی کی گھنٹی

ان کے گھر کی گھنٹی بجی... تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

'' اس گھنٹی سے خطرے کی بو نہیں آرہی ہے۔'' فاروق نے بے فکری کے عالم میں کہا۔

'' لیکن سسپنس کی ضرور آرہی ہے۔'' فرزانہ نے خیال ظاہر کیا۔

'' اور میرا خیال ہے ... یہ گھنٹی بے چارگی کی گھنٹی ہے۔'' محمود مسکرایا۔

'' حد ہوگئی... یہ تم نے بالکل نیا نام رکھا گھنٹی کا ... مہربانی فرما کر یہ نام واپس لے لو۔'' فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

'' لاؤ۔'' محمود نے ہاتھ بڑھا دیا۔

'' اور دوں کیا ؟ '' محمود نے اسے گھورا۔

'' نام اور کیا ... گھنٹی کا نام کچھ نہیں رکھ سکتے؟'' فاروق نے

سکین اینڈ اپ لوڈ بائے محمد ندیم

آنکھیں نکالیں۔

'' رکھنے کو کیا نہیں رکھ سکتا۔'' محمود گنگنایا۔

اسی وقت گھنٹی دوبارہ بجائی گئی۔

'' توبہ ہے تم سے ... جا کر دیکھتے نہیں کہ کون ہے ... اور باتیں بگھار رہے ہو۔'' باورچی خانے سے بیگم جمشید کی آواز سنائی دی۔

''اوہ معاف کیجیے گا امی جان!'' محمود نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

'' معاف کیا... لیکن دروازہ بھی تو کھولو جا کر۔''

'' جج... جی... جی۔'' محمود جلدی سے اٹھا اور دروازے کی طرف لپکا... ایسے میں فرزانہ بول اٹھی:

'' خبردار محمود... باہر خطرہ بھی ہو سکتا ہے... میرا مطلب ہے... آواز کے بارے میں ہمارے اندازے دھرے کے دھرے نہ رہ جائیں۔''

''اچھی بات ہے۔'' اس نے سر ہلایا، پھر میجک آئی سے باہر جھانکا... باہر ایک سیدھا سادا آدمی نظر آیا... اس کے چہرے پر مکینکوں جیسا لباس تھا... یعنی اس پر تیل، گریس وغیرہ کے دھبے صاف نظر آرہے تھے اور ایک سیاہ دھبہ تو اس کی ناک پر بھی تھا۔ محمود نے کچھ کہے بغیر دروازہ کھول دیا... کیونکہ اسے باہر دور دور تک خطرے کی کوئی

بات نظر نہیں آئی تھی:

'' السلام علیکم۔'' محمود نے فوراً کہا۔

'' وع... وع... علیکم السلام۔'' اس نے مشکل سے کہا۔

'' فرمایئے!''

''یہ... یہ گھر انسپکٹر جمشید کا ہی ہے نا... میں پوچھ پوچھ کر آیا ہوں۔''

''آپ کا مطلب ہے... نیکی اور پوچھ پوچھ والی پوچھ پوچھ۔'' محمود بولا۔

'' جی... میں سمجھا نہیں۔'' وہ اور زیادہ گھبرا گیا۔ چہرے پر زلزلے کے آثار نظر آئے۔

'' خیر چھوڑیں... یہ گھر انسپکٹر جمشید صاحب ہی کا ہے... آپ فرمائیں۔''

''مم... مجھے ان سے کام ہے۔''

''وہ شام پانچ بجے گھر آئیں گے... تاہم آپ تشریف رکھیں... میں آپ کے لیے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولتا ہوں۔''

''جج... جی... شکریہ... شکریہ۔'' وہ خوش ہو گیا... محمود کو یوں جیسے اس کا جملہ سن کر اس کے چہرے سے ساری تھکن یک دم غائب

سکین اینڈ اپ لوڈ بائے محمد ندیم

ہو گئی ہے۔

محمود نے بیرونی دروازہ بند کر دیا اور اندر آکر ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول دیا:

''تشریف لے آئیں۔''

وہ گھبرایا سا اندر آگیا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا... فاروق اور فرزانہ وہیں صحن میں بیٹھے رہ گئے تھے:

''آپ پسند کریں تو اپنے آنے کی غرض ہمیں بتا دیں۔ میں اپنے بھائی اور بہن کو اندر بلا لیتا ہوں، اس طرح وقت بچے گا۔''

''جی اچھا!''

''فاروق، فرزانہ... تم دونوں بھی آجاؤ... ابا جان کے آنے تک ہم ان کی بات سن لیتے ہیں۔''

''اچھی بات ہے...'' فاروق نے ہانک لگائی، پھر دونوں اندر آ گئے۔

وہ آمنے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے... ڈرائنگ روم بہت سادہ سا تھا... اس نے نظر بھر کر چاروں طرف دیکھا... پھر بولا:

''مم... میرا خیال تھا... انسپکٹر جمشید صاحب کی کوٹھی بہت بلند اور بہت بڑی ہوگی... لیکن یہ تو بہت سادہ سا مکان ہے۔'' اس نے

کہا۔

''جی ہاں... سادہ ضرور ہے... لیکن بہت ہوادار اور آرام دہ ہے... یہ بات بھی نہیں کہ ہم غریب لوگ ہیں... دراصل ہم سب سادگی پسند ہیں... آپ فرمائیے۔'' محمود نے کہا اور بغور اس کا جائزہ لینے لگا۔

اس کا لباس مستریوں جیسا تھا... چہرے پر بے چارگی تھی... اور دیکھنے میں وہ بہت بے چین نظر آتا تھا... اور وہ برابر اس کی طرف دیکھ رہے تھے... آخر ان کے اس طرح دیکھنے کی وجہ سے اس نے گھبرا کر کہا:

''مم... میرا نام ندیم اختر ہے... الیکٹریشن ہوں۔''

''لیکن ہمارے گھر میں تو بجلی وغیرہ کا کوئی کام نہیں...'' محمود نے اس کی طرف بغور دیکھا۔

''مم... میرے سات سو بارہ روپے پچاس پیسے۔''

''آپ کے سات سو بارہ روپے پچاس پیسے... میں سمجھا نہیں۔''

''وہ... وہ گھرانہ انکار کرتا ہے۔''

''اوہ! اب سمجھا... آپ نے کسی گھر میں مرمت کا کچھ کام کیا... آپ کی مزدوری سات سو بارہ روپے بنی تھی... اور وہ انہوں نے دی... یعنی دینے سے انکار کرتے ہیں اور آپ ہمارے پاس اس

لیے آئے ہیں کہ ہم وہ رقم ان سے آپ کو دلوا دیں ... کیا یہی بات ہے۔''

''نن نہیں! اگر بات اتنی سی ہوتی تو میں ہرگز آپ کے پاس نہ آتا... میں صبر کر لیتا، سات سو روپے کوئی اتنی بڑی رقم نہیں ہوتی ... اصل مسئلہ یہ ہے کہ ان کا کہنا ہے ... انہوں نے مجھ سے کوئی کام سرے سے نہیں کرایا... اور یہ کہ مجھے تو انہوں نے ابھی پہلی بار دیکھا ہے ... اس سے پہلے کبھی دیکھا تک نہیں... پھر کیسے سات سو بارہ روپے پچاس پیسے۔''

''مطلب یہ کہ وہ آپ کے سات سو بارہ روپے ہڑپ کر جانا چاہتے ہیں۔''

'' اگر یہ بات ہوتی تو میں اس صورت میں بھی آپ کے پاس نہ آتا۔''

'' اوہ بھائی... تو پھر آپ کس لیے آئے ہیں، یہ بتائیں نا۔''

'' میں پپ... پتا نہیں کس لیے آیا ہوں... شاید میرا دماغ خراب ہو گیا ہے ... کک... کیا ایسا ممکن ہے۔'' اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''کیا کیسا ممکن ہے۔'' فاروق نے اسے گھورا... اب اسے غصہ

آنے لگا تھا۔

'' کہ پورا کا پورا گھرانہ بدل جائے۔''

''کیا مطلب ... کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔'' مارے حیرت کے فرزانہ نے کہا۔

'' پوری بات آپ کی سمجھ میں آئے گی۔''

'' اللہ کا شکر ہے... یہ بات آپ کی سمجھ میں آ گئی۔'' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

'' کیا ... کیا آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔'' اس کے لہجے میں غم در آیا۔

'' ارے نہیں... مذاق تو خود ہمیں اڑائے دے رہا ہے آج۔'' فاروق نے کہا۔

''یار فاروق چپ ... ان کی بات سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے ... لگتا ہے ... یہ ذہنی طور پر بہت پریشان ہیں۔'' محمود نے اسے جھڑک دیا۔

'' کوئی ایسا ویسا پریشان! ... میں رات بھر سو نہیں سکا۔''

''سات سو بارہ روپے پچاس پیسے کے لیے۔'' فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

”نہیں... پورا کا پورا گھرانہ بدل جانے کے لیے۔“

”اچھی بات ہے ... بات واقعی اس طرح سمجھ میں نہیں آئے گی ... آپ ضرور ہمیں کوئی بہت اہم بات بتانا چاہتے ہیں... لیکن چونکہ آپ ذہنی طور پر بہت زیادہ پریشان ہیں، اس لیے بتا نہیں پا رہے ... آپ ٹھہریں... پہلے ہم آپ کے پرسکون ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔“

یہ کہہ کر فرزانہ اٹھی اور گھر کے اندرونی دروازے کی طرف بڑھی... اس نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ اس کی والدہ چائے اور دوسری چیزوں کی ٹرے لیے کھڑی نظر آئیں:

”تم تینوں سے پہلے ہی یہ ضرورت میں نے محسوس کر لی تھی...“ یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائیں۔

”واقعی امی جان! امی ہوں تو آپ جیسی۔“

”چلو ... مہمان کی خاطر تواضع کرو۔“ یہ کہتے ہوئے وہ واپس مڑ گئیں۔محمود نے ٹرے ندیم اختر کے سامنے رکھ دی۔

ٹرے میں اتنی بہت سی چیزیں دیکھ کر ندیم اختر حیرت زدہ رہ گیا۔

”یہ... اتنی بہت سی چیزیں اور اس قدر جلد... میں ابھی ابھی تو آیا ہوں۔“

”پریشان نہ ہوں... ہماری امی جان اس قسم کے کاموں کی ماہر ہیں... تین منٹ میں اتنے کھانے تیار کر دیتی ہیں، لوگ حیرت زدہ رہ جاتے ہیں... آپ یہ لیں۔“

اور پھر وہ چائے کے ساتھ جلدی جلدی دوسری چیزیں کھانے لگا... اس وقت انہوں نے محسوس کیا... وہ بہت بھوکا تھا:

”کیا آپ نے آج دوپہر کھانا نہیں کھایا۔“

”جی... جی...“

”بے فکر ہو کر بتا دیں۔“

”یہی بات ہے ... ہمارے پاس کھانے کے پیسے نہیں تھے ... گھر میں تھوڑا سا آٹا تھا... بس ...اس کی دو روٹیاں بنی تھیں... میری بیوی نے وہ بچوں کو کھلا دیں... خالی دو روٹیاں سالن کے بغیر اور... اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ چیزیں گھر لے جاؤں... میرے ساتھ میرے بیوی بچے بھی کھا لیں گے۔“

”اوہ!“ وہ دھک سے رہ گئے ... وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ صورت حال اس قسم کی ہوگی۔محمود نے فوراً کہا:

”ضرور لے جائیں... بلکہ ہم اس میں اور چیزیں شامل کر دیتے ہیں... لیکن پھر آپ کی کہانی۔“

سکین اینڈ اپ لوڈ بائے محمد ندیم

''وہ میں آ کر سنادوں گا۔''

''کیا آپ نزدیک ہی رہتے ہیں۔''

''اتنا نزدیک تو نہیں... کافی دور سے آیا ہوں۔''

''اور پیدل آئے ہیں ...'' فرزانہ نے اس کے جوتوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ...اس پر خوب گرد جمی ہوئی تھی۔ سردی کے دن تھے اور اس کے پیروں میں جراب بھی نہیں تھی ... کپڑوں کے اوپر ایک پرانا ...بہت پرانا سویٹر ضرور تھا... لیکن لگتا تھا ... وہ اپنی عمر پوری کر چکا ہے، اس میں کئی سوراخ تھے اور کئی جگہ سے دھاگے نکلے نظر آ رہے تھے:

''چلیے ... ہم آپ کو آپ کے گھر تک لے چلتے ہیں... ہم آپ کی کہانی بھی وہیں سن لیں گے۔''

''اوہ!'' اس کے منہ سے نکلا۔

محمود اور فرزانہ اندر آئے... ان کی والدہ پہلے ہی ایک بڑا شاپر کھانے کی چیزوں سے بھر چکی تھیں... انہوں نے اس میں کچھ کرنسی نوٹ بھی رکھ دیے تھے:

''یہ تو آپ کی طرف سے ہیں... ہم بھی اپنی طرف سے شامل کر دیں۔'' محمود نے کہا اور پھر اپنی جیب سے کچھ نوٹ نکال کر شاپر

میں رکھ دیے ... فرزانہ نے بھی یہی کیا... فاروق نے بھی یہ بات سن لی تھی... اس نے بھی جیب سے پیسے نکال لیے اور محمود کے اندر داخل ہونے پر شاپر میں رکھ دیے ... اب وہ اسے اپنی کار میں لے کر نکلے ... تقریباً دس منٹ بعد وہ ایک غریب سی بستی میں داخل ہوئے ... یہاں کے سارے گھر ہی کچے پکے تھے ... ندیم اختر کے اشارے پر وہ ایک چھوٹے سے گھر کے سامنے رک گئے ... ندیم اختر کار سے اتر کر اندر چلا گیا ... پھر اس نے ان کے لیے دروازہ کھول دیا۔ گھر ایک کمرے کا تھا، اس کے آگے صحن تھا۔ انہیں اس نے اس صحن میں دو ٹوٹی پھوٹی چارپائیوں پر بٹھایا اور خود اندر چلا گیا۔

کوئی بیس منٹ بعد وہ باہر نکلا تو اس کے چہرے پر تازگی تھی، مردنی کے آثار ختم ہو چکے تھے ...یہ بات محسوس کرنے پر محمود نے کہا:

''آپ تو الیکٹریشن ہیں... کیا آپ اتنا کما نہیں لیتے کہ گزر بسر ہو جائے۔''

''میں ایک دکان پر کام کرتا ہوں... ابھی کام سیکھ رہا ہوں... ماہر نہیں ہوا ... جب کوئی گھرانہ کسی چھوٹے موٹے کام کے لیے بلاتا ہے تو مجھ جیسوں کو بھیج دیا جاتا ہے ... لیکن جہاں بڑا کام ہوتا ہے تو ہمارے استاد خود جاتے ہیں... ایک دو شاگردوں کو ساتھ لے جاتے

ہیں۔"

"تب پھر یہ سات سو بارہ روپے پچاس پیسے والی کیا بات ہے۔"

"مجھے اس گھر میں کام کے لیے بھیجا گیا تھا... انہیں تھوڑی سی نئی وائرنگ کرانی تھی۔ ایسے کام میں آسانی سے کر لیتا ہوں... لہٰذا مجھے بھیج دیا گیا... بل سات سو بارہ روپے پچاس پیسے بنا۔ ان لوگوں نے کہا... کل صبح آ کر لے جانا... میں دوسری صبح وہاں گیا تو عجیب بات پیش آئی۔" یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔

"اور وہی بات بتانے کے لیے آپ ہمارے گھر آئے تھے۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"لیکن ہمارے گھر ہی کیوں۔"

"جس دکان پر میں کام کرتا ہوں... وہاں اخبارات آتے ہیں... ان میں آپ لوگوں کی بھی خبریں ہوتی ہیں... میں ان خبروں کو بہت شوق سے پڑھتا ہوں... اس طرح مجھے آپ لوگوں سے ایک انس سا پیدا ہوگیا... اب یہ پریشان کن معاملہ پیش آیا تو میرا دھیان آپ لوگوں کی طرف گیا... کیا آپ اس بات پر ناراض ہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں... اگر ہم کسی کے کام آجائیں تو یہ تو بہت

نیکی کا کام ہے۔"

"شکریہ جناب!" وہ خوش ہوگیا۔

"ہاں تو آپ کہہ رہے تھے کہ دوسری صبح آپ بل لینے کے لیے گئے تو ایک عجیب بات پیش آگئی..."

"گھر کے دروازے بند تھے... تالے لگے نظر آئے... میں نے ساتھ والوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا... یہ پورا گھرانہ ہر سال کچھ دن کے لیے پہاڑی مقام کی سیر کے لیے جاتا ہے... لہٰذا شاید آج صبح چلا گیا... اب ایک ہفتے بعد آ کر پتہ کرلو... میں یہ سن کر دکان پر واپس آگیا... اور دکان کے مالک کو یہ بات بتا دی... کوئی لمبا چوڑا بل تو تھا نہیں... لہٰذا مالک نے کہا، کوئی بات نہیں... آٹھ دن بعد جا کر لے آنا... آٹھ دن بعد میں وہاں گیا تو تالے نظر نہ آئے... اس کا مطلب تھا، وہ لوگ آگئے ہیں، سو میں نے دروازے پر دستک دی... ایک صاحب باہر آئے... یہ وہی تھے جنہوں نے آٹھ دن پہلے مجھے بتایا تھا کہ گھر میں وائرنگ کہاں کرنی ہے... مجھے دیکھ کر انہوں نے پوچھا:

"ہاں جی... کیا بات ہے۔"

"میں نے ان سے کہا:

"آپ بھول گئے؟"

"کیا بھول گئے۔" وہ بولے۔

"آٹھ دن پہلے میں نے یہاں بجلی کی وائرنگ کی تھی ... دوسرے دن میں بل لینے کے لیے آیا تو آپ لوگ کسی تفریحی مقام پر جا چکے تھے ... آپ کے پڑوسی نے یہی بتایا تھا اور یہ بھی بتایا تھا کہ شاید آپ لوگ آٹھ دن بعد آئیں گے ... سو میں آٹھ دن بعد آیا ہوں ... میرا بل سات سو بارہ روپے پچاس پیسے ہے ... بس وہ دے دیں۔"

"نہیں میاں! آپ بھول رہے ہیں ... ہم نے کوئی وائرنگ شائرنگ نہیں کرائی۔"

"کیا کہا ... آپ نے۔" میں حیرت زدہ رہ گیا ... کیونکہ کوئی بڑی رقم تو تھی نہیں کہ وہ جھوٹ بولتے ... وہ تو بہت عالی شان کوٹھی تھی ... اس کی تعمیر پر تو لاکھوں روپے خرچ کیے گئے تھے ... بلکہ دولت پانی کی طرح بہائی گئی تھی۔ ان کی بات سن کر میں نے کہا ... آپ بے شک میرا بل نہ دیں ... لیکن بات یہی ہے کہ میں نے یہاں وائرنگ کی تھی۔"

"اندر آ کر دکھا دیں ... کہاں وائرنگ کی تھی ... کیونکہ مجھے تو یاد نہیں اور نہ میری یادداشت اتنی کمزور ہے۔"

ان کے اجازت دینے پر میں اس کمرے میں چلا گیا ... اور انہیں وہ وائرنگ دکھائی جو میں نے کی تھی ... نئی وائرنگ صاف نظر

آ رہی تھی ... اس وائرنگ کو دیکھ کر ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے ... کچھ دیر وہ الجھن کے عالم میں سوچتے رہے ... پھر بھی انہوں نے مجھے پیسے دینے سے انکار کر دیا یہ کہتے ہوئے کہ ہم نے کوئی وائرنگ نہیں کروائی، اب مزید میں کیا کر سکتا تھا لہٰذا باہر کا رخ کیا ... اس وقت اچانک مجھے ایک جھٹکا لگا ... وہ ایک بار پھر کہتے کہتے رک گیا:

"جھٹکا لگا ... کیا مطلب؟"

"جی ہاں! آٹھ دن پہلے جب میں وائرنگ کے لیے اس گھر میں داخل ہوا تھا تو ان صاحب کے دائیں گال پر ایک ابھرا ہوا سیاہ تل نظر آیا ... وہ تل مجھے اس لیے یاد رہ گیا کہ وہ صاحب بار بار اس تل پر انگلی کے ناخن سے خارش کر رہے تھے ... اب جب میں سات سو بارہ روپے کا تقاضہ کر کے باہر نکل گیا تو اچانک مجھے وہ تل یاد آ گیا ... اور ... اور۔"

"اور ... اور کیا؟" فاروق نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

"اور ان کے گال پر اس وقت وہ تل اس طرف نہیں تھا"

"کیا مطلب؟" ان تینوں کے منہ سے تیز آواز میں نکلا ... مارے حیرت کے ان کے منہ کھلے کے کھلے اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں:

☆☆☆☆☆

کلینک

چند لمحے تک وہ اسے گھورتے رہے ... اور وہ گھبرائی ہوئی سی نظروں سے ان کی طرف باری باری دیکھتا رہا۔ شکل صورت کے اعتبار سے وہ بہت ہی سیدھا سادا نظر آرہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں معصومیت سی تھی۔ کہیں کوئی چالاکی دور دور تک نظر نہیں آرہی تھی... اور اسی بنیاد پر انہوں نے اندازہ لگایا کہ وہ انہیں کسی قسم کا دھوکا دینے کی نیت سے نہیں آیا... اس نے تو بس ایک چیز دیکھی ... اسے دیکھ کر پریشان ہوا اور انہیں بتانے کے لیے آگیا... ان کے بارے میں چونکہ پڑھتا رہتا تھا... اسی لیے ذہن انہی کی طرف متوجہ ہوگیا:

'' آپ نے کیا کہا ؟'' آخر محمود نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

'' جب میں وائرنگ کے لیے گیا تھا... تو جن صاحب نے مجھ سے کام کروایا تھا، ان کے دائیں گال پر ایک ابھرا ہوا سیاہ تل تھا... لیکن اب میں نے جس کو دیکھا ہے اور جس نے یہ کہا ہے کہ انہوں نے

تو کوئی کام مجھ سے نہیں کرایا، اس کے دائیں گال پر ابھرا ہوا تل نہیں ہے ... بلکہ۔'' وہ پھر کہتے کہتے رک گیا۔

'' بلکہ کیا؟'' تینوں ایک ساتھ بول پڑے۔

'' بلکہ اس کے بائیں گال پر ابھرا ہوا تل ہے۔''

'' اوہ ... اوہ۔'' وہ بولے ... پھر محمود نے کہا:

'' آپ نے بہت عجیب بات ہمیں بتائی... آپ اس گھر کا پتا بتا دیں... اور گھر کے مالک کا نام بھی... ہم ضرور وہاں جا کر چیک کریں گے ... کہیں یہ کوئی چکر نہ ہو ... ویسے اس میں آپ سے غلطی بھی تو ہوسکتی ہے۔''

'' کیا مطلب ؟''

'' یعنی ابھرا ہوا تل ہو تو دائیں طرف ہی... لیکن آپ کو یہ بات یاد رہ گئی ہو کہ تل بائیں طرف تھا۔''

'' نہیں! میری یادداشت کمزور نہیں... پھر ایک خاص فرق میں نے آپ کو بتایا ہے۔'' اس نے جلدی سے کہا۔

'' کون سا فرق۔'' فاروق بولا۔

'' یہ کہ وہ تل پر ناخن سے بار بار خارش کرتے تھے ... یہ صاحب ایسا نہیں کرتے ... انہوں نے ایک بار بھی تل کو ناخن نہیں لگایا۔''

’’اچھی بات ہے... چیک کرنے میں کوئی حرج نہیں... پہلے تو آپ اپنا نام بتائیں اور اپنی دکان کا پتا اور دکان کے مالک کا نام بتا دیں۔‘‘

’’جی میرا نام ... میں آپ کو بتا چکا ہوں... ندیم اختر ہے ... جس گھر میں گیا تھا... اس کے مالک کا نام ظفران قاضی ہے ... اور پتہ ہے 301 قاضی کالونی۔ دکان کے مالک کا نام ثناء اللہ ہے، پتہ ہے دکان نمبر 104 غازی روڈ۔‘‘

محمود نے پتہ نوٹ کر لیا ... پھر جیب سے سات سو بارہ روپے نکال کر اس کی طرف بڑھا دیے۔

’’یہ ... یہ کیا؟‘‘

’’دکان کے مالک کو آخر کیا دیں گے ... آپ ...‘‘

’’لیکن آپ کیوں دے رہے ہیں... میں انہیں جا کر بتا دوں گا کہ وہ لوگ نہیں دے رہے۔‘‘

’’نہیں ... اب ایسا نہ کریں... کیونکہ اب ہم وہاں جائیں گے ... ظاہر ہے ... وہ ایک شان دار کوٹھی ہے ... وہ لوگ سات سو بارہ روپے کسی کے کیوں رکھنے لگے، لہٰذا ضرور کوئی چکر ہے ... ہم جا رہے ہیں... آپ بے فکر دکان پر جائیں اور یہ پیسے انہیں دے دیں ...

انہیں کچھ نہ بتائیں۔‘‘

’’جی ... جی اچھا ... آپ ... آپ بہت اچھے ہیں۔‘‘

’’تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں... آپ کا شکریہ۔‘‘ محمود نے جلدی سے کہا۔

اور وہ اٹھ کھڑا ہوا ... اس نے دونوں سے ہاتھ ملایا، فرزانہ کو سر کے اشارے سے سلام کیا اور ڈرائنگ روم سے نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا:

’’بات پلے نہیں پڑی... ایک بڑا گھرانہ صرف سات سو بارہ روپے دینے سے مکر جائے ... اور یہ کہے کہ ہم نے تو کام کرایا ہی نہیں ... اور اس گھرانے کے سربراہ کے بائیں گال پر تل ہے ... جب کہ اس وقت وہ کام کرنے گیا تھا، اس وقت اس کے دائیں گال پر تل ... یہ دونوں باتیں، چونکا دینے کے لیے کافی ہیں... اس گھر میں کوئی سوی چکر ضرور ہے ... لہٰذا میں چاہتا ہوں، ہم وہاں ...‘‘

عین اس لمحے دروازے کی گھنٹی بجی... انداز ان کے والد کا تھا... ان کے چہروں پر رونق آ گئی... محمود نے فوراً اٹھ کر دروازہ کھول دیا... السلام علیکم کہتے ہوئے انہوں نے ایک نظر ان پر ڈالی:

’’وعلیکم السلام۔‘‘ ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"لگتا ہے ... کوئی خاص بات پیش آگئی ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آپ نے کیسے اندازہ لگا لیا..."

"ایک منٹ!" یہ کہہ کر وہ ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف بڑھ گئے ...انہوں نے حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر خود بھی ڈرائنگ روم میں آگئے... اس وقت تک انسپکٹر جمشید ڈرائنگ روم کا جائزہ لے چکے تھے:

"تو ملاقاتی کوئی غریب آدمی تھا۔"

"جی ... جی ہاں۔"

"اور تھا بھی کوئی مکینک ٹائپ آدمی۔"

"جی ... جی ہاں! آپ نے کیسے جان لیا ... کھانے کی ٹرے دیکھ کر یہ اندازہ تو لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کوئی غریب آدمی تھا ... چونکہ اس نے کھانے کی ایک چیز کو بھی باقی نہیں رہنے دیا...وہ اپنا ایک چھوٹا سا ٹسٹر چھوڑ گیا ہے ... غالباً اس کی جیب سے گر گیا ہوگا ... یہ کہتے ہوئے انہوں نے قالین پر سے ٹسٹر اٹھا کر انہیں دکھایا:

"اوہ!"

"اور وہ کوئی عجیب بات بتانے آیا تھا ... تمہارے چہروں پر

سسپنس موجود ہے۔"

"آپ کے اندازے بالکل درست ہیں ابا جان۔"

"تو پھر چلو بتاؤ... اس نے کیا بتایا؟"

انہوں نے تفصیل سنا دی ... گال پر ابھرے ہوئے تل والی بات سن کر ان کی پیشانی پر ایک لکیر نمودار ہوئی اور فوراً ہی غائب ہوگئی:

"ٹھیک ہے ... تم اس گھرانے کو دیکھ آؤ...دوسری بات تم نے یہ بتائی ہے، اس شخص کا نام ظفران قاضی ہے ... اور اس کی کوٹھی بھی قاضی کالونی میں ہے ... کیا یہ بات عجیب نہیں۔"

"جی ... وہ کیسے ..."

"عجیب ایسے کہ قاضی کالونی میں قاضی ظفران رہتا ہے ...اس کا مطلب ہے، وہ کوئی بڑا آدمی ہے ...اگر کالونی اس کے نام پر ہے تب ورنہ اگر یہ اتفاق ہے تو اس صورت میں نہیں۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... ہمیں وہاں جانا ہی چاہیے۔" محمود ...ش لہجے میں بولا۔

"تو چائے پی کر وہاں ہو آؤ...اور میرا خیال ہے، اس کیس میں ...الحال میری کوئی ضرورت نہیں۔"

"آپ کا مطلب ہے ... جو کچھ کرنا ہے ... ہمیں خود اپنی سمجھ

کے مطابق کرنا ہے۔'' فرزانہ نے جلدی سے پوچھا۔

''ہاں میں یہی چاہتا ہوں... لیکن اگر کوئی خطرہ دیکھو... تو تم مجھے اپنی گھڑی کے ذریعے خبردار کر سکتے ہو... پتا کیا بتایا اس نے؟''

'' 301 قاضی کالونی۔''

'' بس ٹھیک ہے...''

'' لیکن اس میں خطرے والی بات کا امکان کہاں سے آ گیا ہے ابا جان۔''

''بھئی اگر کسی نقلی آدمی نے اس گھر کے مالک کی جگہ لی ہے... تو اس صورت میں وہ تم لوگوں کے لیے خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے... کیونکہ وہ یہ بات محسوس کرے گا کہ اس کا پول کھل جائے گا اور تمہارے جانے سے اسے یہ خطرہ تو بہرحال محسوس ہوگا۔''

'' اچھی بات ہے... اگر کوئی ایسی ویسی بات ہوئی تو آپ کو گھڑی پر اشارہ مل جائے گا۔''

انہوں نے سر ہلا دیا... چائے پینے کے بعد وہ اٹھ کھڑے ہوئے:

'' یہ ٹسٹر اسے دیتے جانا۔''

''ہاں! یہ اچھی بات ہے... اگرچہ یہ کوئی قیمتی چیز نہیں، لیکن

ایک غریب آدمی کو خریدنا تو پڑے گا۔''

''اس نے اپنی دکان کا پتا 104 غازی روڈ بتایا تھا... ہم ادھر سے گزر جاتے ہیں۔''

'' اچھی بات ہے۔''

وہ اپنی کار میں بیٹھ کر غازی روڈ پہنچے... 104 نمبر دکان واقعی الیکٹریشن کی تھی... بورڈ پر ثناء اللہ الیکٹریشن لکھا تھا... اندر ایک بوڑھا آدمی اور کئی نوجوان لڑکے کام میں مصروف نظر آئے... لیکن وہاں ندیم اختر نہیں تھا:

'' السلام علیکم۔'' محمود نے بوڑھے آدمی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

'' وعلیکم السلام... فرمائیے؟'' اس نے عینک کے پیچھے سے انہیں دیکھا۔

'' ہمیں ندیم اختر سے ملنا ہے۔''

'' اسے ایک کام پر بھیجا تھا... اب تک واپس نہیں آیا... حالانکہ بہت دیر ہو چکی ہے۔ اب تک آجانا چاہیے تھا۔''

یہ سن کر انہیں حیرت سی ہوئی... کیونکہ وہ ان سے کافی پہلے نکل گیا تھا اور پھر بھی اب تک یہاں نہیں پہنچا تھا:

''اچھی بات ہے ... یہ ٹسٹر اسے دے دیجیے گا ... وہ ہمارے ہاں چھوڑ آیا ہے۔''

''ٹسٹر ... اوہ اچھا... تو آپ قاضی ظفران کے بچے ہیں۔''

''جی نہیں ... آپ غلط سمجھے...ہم قاضی ظفران کے بچے نہیں ہیں... وہ قاضی ظفران کے گھر سے ہمارے گھر آیا تھا... بس اس دوران یہ ٹسٹر اس سے وہاں گر گیا۔''

'' اور وہ آپ کے گھر کیوں آیا تھا... کیا آپ نے اسے بلایا تھا'' دکان کے مالک نے سرسری انداز میں پوچھا۔

'' جی نہیں... وہ ہمیں ایک بات بتانا چاہتا تھا ...اچھا شکریہ۔''

یہ کہہ کر محمود لگا مڑنے ...لیکن پھر کسی خیال کے تحت رک گیا ... اس نے بڑی عمر کے شخص سے پوچھا:

'' آپ کا نام جناب؟''

'' میرا نام ثناء اللہ ہے ...''

'' آپ اس دکان کے مالک ہیں...''

'' جی ہاں!''

'' مہربانی فرما کر ہمیں اپنا موبائل نمبر بتا دیں... تاکہ ہم ندیم اختر کے یہاں پہنچ جانے کے بارے میں پوچھ سکیں۔''

'' اچھی بات ہے۔'' اس نے کہا اور نمبر بتایا... محمود نے نمبر فیڈ کر لیا اور تینوں باہر نکل آئے۔

'' کچھ عجیب سا احساس ہو رہا ہے ... کیوں نہ ہم اس بڑے میاں سے ندیم اختر کا نمبر معلوم کر لیں اور اسی وقت اسے فون کر کے پوچھ لیں کہ وہ اب تک دکان پر کیوں نہیں پہنچا'' فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

'' اچھی بات ہے ...''

محمود واپس مڑا اور دکان میں چلا گیا ... جلد ہی اس کی واپسی ہوئی۔

'' نمبر معلوم کر لیا ہے ... میں فون کرتا ہوں اسے۔''

یہ کہہ کر محمود نے ندیم اختر کا نمبر ملایا ... دوسری طرف سے فوراً ہی بتایا گیا کہ یہ نمبر فی الحال بند ہے ... انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

اب وہ تیزی سے روانہ ہوئے ... بیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہ 301 قاضی کالونی کے سامنے پہنچ گئے۔ محمود نے اتر کر گھنٹی بجائی... جلد ہی انہوں نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی۔ انہوں نے دیکھا... ایک لمبے قد کا آدمی ان کے سامنے کھڑا تھا اور انہیں عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور اس کے بائیں گال پر ایک ابھرا ہوا تل تھا:

☆☆☆☆☆

اُبھرا ہوا تل

"فرمایئے! میں کیا خدمت کرسکتا ہوں آپ کی ... غالباً آپ کسی اسکول کے لیے چندہ جمع کرتے پھر رہے ہیں اور وہ بھی کار میں بیٹھ کر ... بھلا ان حالات میں آپ کو چندہ کون دے گا۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... ہمیں ان حالات میں کوئی چند ہ نہیں دے گا، اسی لیے ہم چندہ نہیں جمع کرتے پھر رہے تھے۔" فاروق نے بڑا سا منہ بنایا۔

"تب پھر؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"کیا آپ قاضی ظفران ہیں۔" محمود جلدی سے بولا۔

"نہیں... میں ظفران قاضی ہوں... عام طور پر لوگ میرے نام کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں...نام کا پہلا حصہ بعد میں اور بعد والا پہلے پکارتے ہیں۔" اس نے منہ بنایا۔

"اوہ! تب تو ہم معافی چاہتے ہیں۔"

"معاف کیا۔" وہ مسکرائے۔

اب انہوں نے دیکھا، لمبے قد کا وہ شخص کافی خوش مزاج تھا۔ اس کے چہرے کی بھرپور مسکراہٹ بتا رہی تھی ... اور بالکل چھوٹی سی ڈاڑھی تھی... یعنی نہ ہونے کے برابر اور دائیں گال پر ابھرا ہوا سیاہ تل ڈاڑھی کے بالوں کی نسبت زیادہ نمایاں نظر آرہا تھا۔ آنکھیں نیلی تھیں اور ناک بہت پتلی سی اور چھوٹی سی ... آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں... جب کہ پیشانی کافی کشادہ تھی ... بال سفید تھے ... ان کے خیال میں اس حلیے کا آدمی فراخ دل ہی ہوسکتا تھا۔ تاہم یہ اندازہ غلط بھی ہوسکتا تھا ... کیونکہ نقوش عام طور پر دھوکا دے جاتے ہیں... اور پتلے ہونٹ تو انہیں خبردار کیے دے رہے تھے ... کیونکہ پتلے ہونٹ عام طور پر خطرناک ہوتے ہیں۔

"آپ نے بتایا نہیں۔" انہیں سوچ میں گم دیکھ کر وہ پھر بولے۔

"ہمیں آپ سے کچھ کام ہے ... اور ہم وہ کام دروازے پر کھڑے رہ کر نہیں بتا سکتے۔"

"آپ کا مطلب ہے ... میں آپ کے لیے اپنے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولوں اور پھر ظاہر ہے، مجھے اخلاقاً آپ سے پوچھنا پڑے گا کہ آپ کیا پینا پسند کریں گے ...چائے کولڈ ڈرنک یا کافی... اور آپ

کہیں گے... چلیے... آپ چائے بنوالیں۔'' انہوں نے اب بھی یہ جملے خوش گوار لہجے میں کہے تھے۔

'' جی نہیں! آپ اس سلسلے میں بے فکر ہو جائیں... '' فاروق مسکرایا... فرزانہ اب تک بس خاموشی سے بس اس کے چہرے کا جائزہ لے جا رہی تھی۔

'' بے فکر ہو جاؤں۔''

'' جی ہاں! ہم شام کی چائے پی چکے ہیں... اور اس کے ساتھ ہم جو ایک آدھ بسکٹ لیتے ہیں ... وہ بھی لے چکے ہیں اور ہمارا اصول ہے کہ اب شام کے کھانے سے پہلے کوئی چیز نہیں کھائیں گے۔ ہاں پیاس محسوس ہوئی تو پانی ضرور پی سکتے ہیں... لیکن اس وقت تو ہمیں پیاس بھی نہیں ہے... اور یوں بھی ہم صرف اپنے گھر کی چیزیں کھانا پسند کرتے ہیں... ناواقف لوگوں کے گھر کی کوئی چیز نہیں کھاتے۔ اس لیے ہم نے کہا ہے کہ آپ اس سلسلے میں بے فکر ہو جائیں۔''

''اور یہ آپ نے کیا بات کہی کہ آپ صرف اپنے گھر کی چیزیں کھانا پسند کرتے ہیں۔''

'' جی ہاں! بس یہی پسند کرتے ہیں۔''

'' خیر! آپ کے لیے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول دیتا ہوں...

آپ بھی کیا یاد کریں گے۔''

'' بہت بہت شکریہ۔''

وہ اندر کی طرف مڑ گئے... پھر ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا اور انہوں نے انہیں اندر آنے کا اشارہ کیا... اندر داخل ہوتے ہی انہیں ایک جھٹکا سا لگا... ڈرائنگ روم عجیب وغریب چیزوں سے سجا ہوا تھا... ان میں خاص طور پر تاریخی عمارات کی تصاویر تھیں جو بڑے بڑے فریموں میں لگائی گئی تھیں... یا پھر شیر اور ہرن کے سر دیوار میں نصب تھے۔

''آپ... آپ کا ڈرائنگ روم کافی خوفناک ہے۔''

''یہ... یہ میرا شوق ہے... مجھے تاریخ سے بہت دلچسپی ہے ...اور میرا مزاج شکاریوں جیسا ہے، اگرچہ میں نے آج تک شکار نہیں کھیلا... لیکن شکار سے دلچسپی رکھتا ہوں... شکاریوں کے واقعات غور سے پڑھتا ہوں...چڑیا گھروں میں جانا پسند کرتا ہوں... وہاں عام طور پر ان درندوں کو غور سے دیکھتا ہوں... جو انسانوں کو چیر پھاڑ کر کھا جاتے ہیں۔''

''اوہ... اوہ... آپ تو خوفناک طبیعت کے انسان لگتے ہیں۔''

''ارے نہیں... آپ کو ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں... اچھا اب

میں اخلاقاً پوچھتا ہوں... آپ کیا پینا پسند کریں گے ... اگرچہ آپ بتا چکے ہیں۔''

''جو ہم بتا چکے ہیں... ہمارا وہی جواب ہے۔''

''اچھی بات ہے ... شکریہ۔''

وہ صوفوں پر بیٹھ گئے ... صوفے بھی بہت پرانے انداز کے تھے... جیسے خاندانی قسم کے لوگوں کے ڈرائنگ روم میں ہوتے ہیں۔''

''چند دن پہلے آپ نے ایک الیکٹریشن سے گھر کی کچھ وائرنگ کرائی تھی۔''

''اوہ! پھر وہی...اس سے تو بہتر تھا، میں اس سے یہ نہ کہتا کہ ہم نے کوئی وائرنگ نہیں کرائی اور سات سو بارہ روپے پچاس پیسے اسے دے دیتا... اب آپ اس کے حق میں بات کریں گے ... حیرت ہے ... سات سو بارہ روپے پچاس پیسے اتنی بڑی رقم تو نہیں ہوتی۔''

''ہاں! ہوتی تو نہیں... لیکن لگتا ہے ... یہ رقم بڑی بن جائے گی ..'' محمود نے سوچ میں گم لہجے میں کہا۔

''کیا مطلب ؟''

''آپ کا کہنا ہے ... آپ نے اس سے وائرنگ کا کوئی کام نہیں کرایا...اس کا کہنا ہے کہ کرایا ہے ... اور بات ہے صرف سات سو

بارہ روپے کی... آپ ایسے شخص نہیں لگتے جو اتنی چھوٹی سی رقم کے لیے جھوٹ بولیں گے... پھر آخر آپ یہ بات کیوں کہتے ہیں۔''

''اسی لیے تو کہتا ہوں کہ میں نے کام کرایا جو نہیں ...بات پیسوں کی تو ہے ہی نہیں۔''

''آپ غور کریں ...وہ نوجوان ... یعنی ندیم اختر بھی یہی کہتا ہے کہ بات پیسوں کی نہیں ہے، اس کا سوال ہے کہ آپ یہ کیوں کہتے ہیں اور پھر اس نے ایک اور بات ہمیں بتائی ہے۔

یہ کہ گھر کے ایک حصے میں وائرنگ کرنے کے لیے اسے بلایا گیا تھا اور جس شخص نے اسے بتایا تھا کہ وائرنگ کہاں کرنی ہے ... اس کا نام ظفران قاضی ہے ... اس کے بائیں گال پر سیاہ رنگ کا ابھرا ہوا تل تھا... جب کہ آپ کے گال پر ابھرا ہوا تل دائیں طرف ہے۔''

''کیا مطلب؟''

وہ بہت زور سے اچھلا...اس کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

O

چند لمحوں تک وہ انہیں پھٹی پھٹی آنکھوں سے گھورتا رہا... آخر اس

کے ہونٹ ہلے:

'' آپ... آپ نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے اس نوجوان سے وائرنگ کرائی تھی ... اس کے بائیں گال پر ابھرا ہوا تل تھا۔''

'' جی ہاں! اس نے یہی بتایا ہے۔''

'' اور باقی حلیہ بالکل مجھ جیسا تھا۔'' اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''ہاں! اس کا کہنا یہی ہے۔''

'' اور یہ بات ہے، صرف آٹھ دن پہلے کی۔''

'' ہاں!''

'' اور اس شخص نے اسے اسی وقت مزدوری نہیں دی تھی ... یہ کہا تھا کہ اگلے دن آکر لے جانا۔''

'' ہاں! اس نے یہی بتایا ... اور اس کے علاوہ بھی اس نے ایک بات کہی تھی... وہ ان سب باتوں سے عجیب ہے۔''

'' جلدی بتائیں... وہ کیا ہے ... اب میں بہت بے چینی محسوس کر رہا ہوں۔''

'' اس نے کہا تھا... آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ پورا کا پورا گھرانا بدل جائے گا۔''

'' کیا... کیا کہا آپ نے ... یہ کہا تھا اس نے ... پورا کا پورا گھرانا بدل جائے... یہ کیسے ہوسکتا ہے۔''

'' ہاں! اس نے یہی کہا تھا۔''

'' یہ اس نے میری زندگی کی عجیب ترین بات کہی۔''

'' دیکھیے ... وہ صاف طور پر کہتا ہے ... اس سے جن صاحب نے کام کرایا تھا... ان کے بائیں گال پر ابھرا ہوا تل تھا... لیکن آپ کے دائیں گال پر تل ہے ... باقی گھر کے افراد کے بارے میں اس نے کوئی بات نہیں بتائی... بس یہ کہا تھا کہ اس نے محسوس کیا ہے کہ سارا کا سارا گھرانا تبدیل ہوگیا ہے۔''

'' مہربانی فرما کر اسے یہاں بلالیں... کیونکہ میری الجھن بڑھتی جا رہی ہے۔''

'' خود ہماری الجھن کا بھی یہی حال ہے۔''

'' اللہ اپنا رحم فرمائے۔''

'' اچھا! ہم خود جا کر اسے لے آتے ہیں... فون کرکے بلایا تو پریشان ہو جائے گا۔''

'' جیسے آپ مناسب سمجھیں، کریں۔''

'' تب پھر فاروق ... تم اکیلے چلے جاؤ اور اسے لے آؤ۔''

فرزانہ نے کچھ سوچ کر کہا۔

فاروق فرزانہ کا مطلب سمجھ گیا ... وہ چاہتی تھی ... اتنی دیر کے لیے اس گھرانے کو تنہا نہ چھوڑا جائے ... فاروق فوراً ہی گھر سے نکل گیا:

'' میں ذرا اپنا کچھ کام نبٹا آؤں۔'' اس وقت ظفران قاضی نے کہا۔

'' اوہ ہاں... ہم نے آپ سے یہ نہیں پوچھا کہ آپ کیا کام کرتے ہیں۔''

'' دوسرے ملکوں سے میرا مال آتا ہے ...یہاں سے مال خرید کر دوسرے ملکوں کو بھیجتا ہوں... مطلب یہ کہ کافی بڑا کاروبار ہے۔''

'' اور کیا آپ کاروبار کے سلسلے میں بیرون ملک بھی جاتے ہیں۔''

''ہاں! اکثر آنا جانا پڑتا ہے۔''

'' اور کیا آپ پورے گھرانے کے ساتھ بھی جاتے ہیں۔''

'' ہاں! جب ان کا سیر وغیرہ کو جی چاہتا ہے ... تو وہ بھی ساتھ چلے جاتے ہیں ...''

'' حال ہی میں آپ کب گئے تھے۔''

''تقریباً پانچ ہفتے پہلے سب گئے تھے ...''

'' اور واپس کب آئے ہیں۔''

'' ایک ہفتے پہلے واپس آئے ہیں۔''

'' آپ کا مطلب ہے ... آپ تقریباً ایک ماہ وہاں رہ کر آئے ہیں۔''

'' ہاں! یہی بات ہے۔''

'' اور اس دوران گھر میں کون رہتا رہا ہے۔''

'' کوئی بھی نہیں۔''

'' اب آپ خود سوچیں... ایک الیکٹریشن اس گھر میں آتا ہے ... اس سے کچھ وائرنگ کا کام کرایا جاتا ہے ...اس کی مزدوری سات سو بارہ روپے بنتی ہے ... اس سے کہا جاتا ہے ... اگلے دن آ کر لے جانا ... اگلے دن وہ آتا ہے تو اسے گھر بند ملتا ہے ... پڑوسی کہتے ہیں کہ ایک ہفتے بعد آ کر پتہ کر لو...ایک ہفتے بعد آتا ہے تو آپ کہتے ہیں کہ اس سے کوئی کام نہیں کرایا... کیا یہ بات عجیب نہیں... پھر وہ اس سے زیادہ عجیب بات بتاتا ہے کہ جن صاحب نے اس سے کام کرایا تھا، ان کے دائیں گال پر ایک ابھرا ہوا سا تل تھا...جب کہ آپ کے بائیں گال پر ہے ... شکل صورت میں وہ کوئی فرق نہیں بیان کرتا ... صرف تل کی سائیڈ کا فرق بتاتا ہے ... کیا یہ ساری کہانی عجیب نہیں۔''

'' بہت زیادہ عجیب ہے ... میں کب کہتا ہوں کہ عجیب نہیں

ہے۔'' اس نے منہ بنایا۔

''آخر ان باتوں کا آپ کے پاس کیا جواب ہے۔''

''میرے پاس کوئی جواب نہیں ... ویسے کیا آپ یہ خیال کر رہے ہیں کہ اس کوٹھی پر کچھ نقلی لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے ... اگر آپ کا خیال یہی ہے تو آپ کو مایوسی ہو گی ... کیونکہ ہمارے شناختی کارڈ دیکھے جاسکتے ہیں... ان پر انگلیوں کے نشانات ہوتے ہیں ... میرے اس تل کو چیک کیا جاسکتا ہے اور بھی چیکنگ کے طریقے ہوسکتے ہیں۔'' یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں... اب دیکھتے ہیں... ندیم اختر کیا کہتا ہے۔''

جلد ہی گاڑی کے ہارن کی آواز سنائی دی:

☆☆☆☆☆

زاویہ

جلد ہی فاروق کے ساتھ ندیم اختر اندر داخل ہوا، اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار تھے:

''آیئے بھئی... ہم آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے۔ ہم اس دکان پر بھی گئے تھے جہاں آپ کام کرتے ہیں۔ مگر آپ وہاں تھے ہی نہیں، حالانکہ آپ تو ہمارے گھر سے کافی پہلے نکل گئے تھے۔''

''جی جی ...اصل میں مجھے راستے میں کچھ کام تھا اس لیئے دکان پہنچنے میں دیر ہو گئی تھی، لیکن سر... آپ مجھے اس معاملے میں نہ گھسیٹیں... میں نے جو محسوس کیا، وہ بتا دیا ... اس کے علاوہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔''

''آپ فکر نہ کریں... اللہ نے چاہا تو آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہو گی... ہم آپ سے بس ایک دو باتیں پوچھنا چاہتے ہیں اور بس ... س کے بعد آپ کو فارغ کر دیں گے۔''

"اچھی بات ہے... پوچھیے کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"ہم یہ جاننا چاہتے ہیں... کیا آپ کو صرف ظفران قاضی کے چہرے میں تبدیلی نظر آئی تھی یا... سب کے حلیوں میں... کیونکہ آپ نے بتایا تھا کہ پورا کا پورا گھر ہی بدلا ہوا محسوس ہوا تھا آپ کو۔"

"اوہ ہاں! یہ سب کے سب مجھے وہ سب کے سب نہیں لگے تھے۔"

"جب آپ وارننگ کے لیے آئے تھے تو آپ نے سب لوگوں کو دیکھا تھا... یا صرف ظفران قاضی صاحب کو دیکھا تھا۔"

"میں نے سبھی کو دیکھا تھا... جب میں ملازم کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا تو سب لوگ باغ میں بیٹھے تھے۔"

"اور آپ کو ان سب کے حلیے یاد رہ گئے؟" محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

"جی ہاں! میری یادداشت حیرت انگیز ہے..."

"آپ کا مطلب ہے... اس وقت اس کوٹھی میں جو لوگ ہیں، سب کے سب وہ لوگ نہیں ہیں... جو وارننگ کے وقت موجود تھے۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"ٹھیک ہے... فاروق انہیں واپس چھوڑ آؤ..."

"جی... اچھی بات ہے... آیئے چلیے۔"

"آپ زحمت نہ کریں... میں بس میں بیٹھ کر چلا جاؤں گا۔"

"ارے نہیں... ہم آپ کو لے کر آئے ہیں تو چھوڑ کر بھی آئیں گے۔"

"اچھی بات ہے... آپ کی مرضی۔"

اور فاروق اسے لے کر گھر سے نکل گیا:

"قاضی صاحب اب آپ کیا کہتے ہیں۔"

"میں وہی کہتا ہوں جو پہلے کہہ چکا ہوں... ہمارے پاس شناختی کارڈ موجود ہیں... ان پر انگلیوں کے نشانات موجود ہیں... آپ ان کو دیکھ لیں۔"

"تو کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کی غیر حاضری میں کچھ لوگوں نے آپ کے گھر کو استعمال کیا ہے..."

"نہیں! میں یہ نہیں کہنا چاہتا... اس لیے جب ہم گھر میں آئے تو کسی قسم کی کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوئی تھی... گھر جیسا چھوڑ کر گئے تھے... ایسا ہی ملا تھا... ہماری ہر چیز جوں کی توں موجود تھی... یعنی فرض کر لیتے ہیں... کسی نے یہ گھر استعمال کیا تھا... تو بھی ہمیں ہر چیز جگہ پر ملی ہے... کوئی کسی قسم کا نقصان بھی نہیں ہوا... ان حالات

میں ہم یہ بات کیسے مان لیں۔''

''ہوں! ندیم اختر کا کہنا ہے کہ آٹھ دن پہلے آپ نے وائرنگ کرائی تھی ... اور کہا تھا، اگلے دن آکر اپنا بل لے جائیں... لیکن آج ایک ہفتے بعد جب وہ آیا تو آپ نے کہا کہ آپ نے اس سے کوئی کام نہیں کرایا ... یہی بات ہے۔''

'' بالکل۔'' وہ فوراً بولے۔

'' تو پھر کیا آپ آٹھ دن پہلے یہاں تھے۔''

''نہیں... ہم تو تقریباً ایک ہفتہ پہلے یہاں پہنچے ہیں... ہمارے پاس اس کے تمام تر ثبوت موجود ہیں... یعنی ٹکٹ وغیرہ ... بورڈنگ کارڈ وغیرہ بیگوں سے ابھی تک لگے ہوئے ہیں۔''

'' ہوں! اس صورت میں آپ غور کریں، معاملہ کس قدر پراسرار ہو جاتا ہے ... کیا پڑوسیوں کو معلوم تھا کہ آپ واپس آئیں گے اور کیا آپ نے جاتے ہوئے اپنا پروگرام بتایا تھا۔''

''نہیں ... ہم نے نہ انہیں جاتے ہوئے کچھ بتایا نہ آتے ہوئے۔''

''آپ کون سی تاریخ کو گئے تھے بھلا؟'' فرزانہ نے پوچھا۔

''ہم پچھلے ماہ کی 13 تاریخ کو گئے تھے... اور 13 کو یہاں واپس آئے ہیں... گویا تقریباً 30 دن غیر حاضر رہے ہیں۔

اب اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ آپ کی غیر حاضری میں تقریباً 28 دن آپ کا گھر استعمال ہوتا رہا ہے ... یا کچھ کم دن ... سوال یہ ہے کہ کسی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی ... کیا آپ نے اپنے گھر کی تمام چیزیں دیکھ لی ہیں۔''

'' نہیں! یہ صورت حال ابھی سامنے آئی ہے ... اس لیے اب چیک کریں گے۔''

'' مہربانی فرما کر اپنی تمام چیزیں چیک کر لیں... خاص طور پر نقدی، زیورات اور دوسری قیمتی چیزیں۔''

'' اچھی بات ہے ... '' ظفران قاضی بولے ... اب وہ بھی پریشان نظر آرہے تھے۔

'' اور ہم اتنی دیر آپ کے پڑوسیوں سے بات کر لیں...وہ کیا کہتے ہیں۔''

'' اچھی بات ہے ... ویسے اب میں بھی پریشانی محسوس کر رہا ہوں۔''

'' اگر آپ کی تمام چیزیں اپنی جگہ پر موجود ہیں... تب تو کوئی فکر کی بات نہیں۔''

'' فکر کی بات اس صورت میں بے شک نہیں ہو گی ... لیکن حد

درجے الجھن کی بات تو ہوگی کہ آخر وہ لوگ یہاں کیا کرتے رہے ہیں۔"

"جی ہاں! یہ تو ہے۔"

اور وہ باہر نکل آئے... ظفران قاضی کے گھر کے دائیں طرف ایک اور کوٹھی تھی، اس کی دیواریں ان کے گھر سے ملی ہوئی تھیں... دروازے پر اختر ہاشمی کے نام کی پلیٹ لگی ہوئی تھی:

"پہلے اس کوٹھی والوں سے بات کر لی جائے۔ آخر یہ بالکل ساتھ رہتے ہیں۔" محمود بولا۔

دونوں نے سر ہلا دیے... محمود نے آگے بڑھ کر گھنٹی کا بٹن دبا دیا... جلد ہی دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر آدمی کی شکل صورت نظر آئی... کم از کم وہ ملازم نہیں تھا، کیونکہ اس کے جسم پر بہت قیمتی سوٹ تھا:

"آپ ظفران قاضی کے پڑوسی ہیں۔"

"جی... جی ہاں! تو پھر؟"

"ہمیں آپ سے کچھ معلومات لینی ہیں... مطلب یہ کہ آپ کو زحمت تو ہوگی... لیکن مجبوری ہے۔"

"میں سمجھا نہیں!" اس کے لہجے میں حیرت در آئی۔

"ہمارا تعلق پولیس سے ہے... اس گھر میں لگتا ہے... کوئی جرم

ہوا ہے۔"

"پولیس... کیا پولیس کے محکمے میں اتنے کم عمر ملازم رکھے جانے لگے ہیں۔"

"جی نہیں! یہ بات نہیں... مہربانی فرما کر اپنا ڈرائنگ روم کھول لیں... ہم ساری بات آپ کو بتا دیتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے... لیکن مجھے اس بات پر یقین نہیں آیا کہ آپ پولیس کے لیے کام کر رہے ہیں۔"

"ہم پہلے یہ یقین دلائیں گے... پھر کوئی اور بات کریں گے۔"

آخر اس نے ڈرائنگ روم کھول دیا اور انہیں اندر آنے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے دیکھا... ڈرائنگ روم جدید انداز میں سجایا گیا تھا... ہر چیز موجودہ دور کی تھی... یوں لگتا تھا اس جیسے گھر کے لیے چیزیں منتخب کرنے میں یہ گھرانہ بہت سوچ سمجھ سے کام لیتا ہو اور خود اختر ہاشمی دبلا پتلا سا آدمی نظر آتا تھا... اس کا چہرہ بالکل گول تھا... سیاہ آنکھیں بھی گول تھیں۔ قد زیادہ لمبا نہیں تھا... ناک قدرے موٹی سی تھی۔ سر کے بال بالکل سیاہ تھے۔

انہوں نے بیٹھنے کے بعد اپنے کارڈ ان کے سامنے رکھ دیے۔ انہوں نے حیرت زدہ انداز میں کارڈ دیکھے... پھر بولے:

"اچھا خیر میں یقین کیے لیتا ہوں... ویسے بھی جو نام ان کارڈوں پر لکھے ہیں، وہ بہت مشہور ہیں اور ان ناموں کے حساب سے آپ ضرور انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں... میں غلط تو نہیں کہہ گیا۔

"جی نہیں... آپ درست کہہ گئے۔" فاروق نے فوراً کہا... محمود اور فرزانہ مسکرائے۔

"پہلے تو یہ آپ بتا دیں... آپ کے پڑوسی ظفران قاضی کیسے آدمی ہیں۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"مجھے معلوم نہیں... وہ محلے میں کسی سے مل کر نہیں رہتے... اپنے آپ میں مگن رہتے ہیں۔ یوں لگتا ہے... جیسے انہیں ساری دنیا سے کوئی غرض نہ ہو... بس یوں کہہ لیں، وہ بہت ہی خشک مزاج ہیں... یہی حال ان کے گھر والوں کا ہے... محلے میں کسی سے ان کا ملنا جلنا نہیں... اسی لیے لوگ بھی ان سے ملنا پسند نہیں کرتے... اسی لیے میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"آپ یہ تو جانتے ہیں... کہ یہ لوگ کب گھر میں ہوتے ہیں اور کب نہیں ہوتے۔"

"بس یونہی کوئی بتا دیتا ہے تو پتا چل جاتا ہے... پچھلے دنوں معلوم ہوا تھا کہ یہ لوگ سب کے سب بیرون ملک گئے ہیں... اور

تقریباً ایک ماہ بعد آئیں گے... لیکن دو دن بعد ہی آگئے تھے... شاید پروگرام کینسل ہوگیا ہوگا... دراصل بات وہی ہے... میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا... مجھے اپنے کام سے ویسے بھی فرصت نہیں ملتی۔" اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

"آپ کیا کام کرتے ہیں۔"

"میری مین مارکیٹ میں کراکری کی بہت بڑی دکان ہے، البتہ..." وہ یہاں تک کہہ کر رک گیا۔

"البتہ کیا؟"

"میری بچی آپ کو بہت کچھ بتا سکے گی... اسے دوسروں سے ملنے جلنے کا بہت شوق ہے... سارے محلے کی خبر رکھتی ہے... آپ کو جو پوچھنا ہے، اس سے پوچھ لیں۔ ہم لوگ ٹھہرے کاروباری... بس دھیان کاروبار کی طرف رہتا ہے... پڑوسیوں کے بارے میں کون سوچتا ہے۔"

"یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔" محمود خوش ہوگیا۔

"ٹھیک ہے... میں اسے بھیج دیتا ہوں... لیکن ایک بات کا خیال رکھیے گا۔"

"اور وہ کیا؟"

''اسے غصہ نہ دلا دیجئے گا ... ادھر آپ اسے غصہ دلائیں گے، ادھر وہ آپ کے پاس سے اٹھ جائے گی۔''

''ہم اس بات کا بہت خیال رکھیں گے۔'' محمود مسکرایا۔

اختر ہاشمی اٹھ کر چلے گئے... جلد ہی فرزانہ کی ہم عمر ایک لڑکی اندر آ گئی۔ اس کی شکل صورت بھی بالکل باپ پر گئی تھی...اسی طرح گول چہرہ... گول آنکھیں، سیاہ بال... وہ اندر آتے ہی پٹ سے بولی:

''تو آپ مجھ سے ساتھ والوں کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔''

''جی ہاں! چاہتے تو ہیں... اگر آپ ہم پر احسان کر دیں۔''

''ارے نہیں... اس میں احسان کی کیا بات ہے ... پاپا نے بتایا ہے... آپ انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں... اگر بات یہی ہے تو میرے لیے تو یہ حد درجے خوشی کی بات ہے۔''

''یہ اچھی بات ہے کہ یہ بات آپ کے لیے خوشی کی بات ہے۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''حد ہوگئی ...ذرا سے جملے میں تین بار بات کی تکرار کر ڈالی۔'' محمود نے اسے گھورا۔

''آپ کے پاپا آپ کا نام بتانا بھول گئے۔''

''اوہ اچھا! میں زاویہ ہوں۔''

''زاویہ... یہ نام شاید ہم نے پہلی بار سنا ہے۔'' فاروق نے حیرت ظاہر کی۔

''اگر آپ کو پسند آیا تو آپ بھی رکھ لیں۔'' زاویہ نے فوراً کہا۔

''لیکن زاویہ صاحبہ! یہ مونث نام ہے ... فرزانہ رکھ سکتی ہے۔''

''مجھے تو اپنا نام فرزانہ ہی پسند ہے ... لہٰذا مجھے معاف رکھو۔'' فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

''ہم ادھر ادھر نہ نکل جائیں... اچھا زاویہ صاحبہ! آپ اپنے پڑوسیوں ... میری مراد ظفران قاضی کے گھرانے سے ہے، کے بارے میں کیا جانتی ہیں۔''

''بہت کچھ جانتی ہوں... آپ یہ پوچھیں ،آپ کیا جاننا چاہتے ہیں۔''

''یہ لوگ ایک ماہ پہلے بیرون ملک گئے تھے ... لیکن دو دن بعد ہی واپس آگئے تھے... کیا آپ کو یہ بات معلوم ہے۔''

''مجھے نہیں معلوم ہوگی تو اور کسے معلوم ہوگی ... سارے محلے میں سے ان کے گھر کسی کا جانا ہے تو میرا...'' اس نے فخر کے انداز میں کہا۔

"یہ ہوئی نا بات ... جب یہ لوگ گئے تھے تو کیا اس روز آپ ان کے گھر گئی تھی۔" محمود نے پوچھا۔

"بالکل گئی تھی... یہ لوگ اس وقت سامان باندھ رہے تھے... پھر جب میں نے دو دن بعد بڑی گاڑی دروازے پر رکی دیکھی تو مجھے بہت حیرت ہوئی تھی۔

کیونکہ جاتے وقت میں نے ان سے پوچھا تھا... آپ لوگ کتنے دن کے لیے جا رہے ہیں... تو آنٹی نے بتایا تھا... کم از کم ایک ماہ تو ضرور لگے گا... اس سے کچھ زیادہ دن بھی لگ سکتے ہیں... بہرحال ایک ماہ سے پہلے ہم نہیں آئیں گے ... لیکن آ گئے تھے پھر یہ دو دن بعد ہی۔"

"اور آپ نے کوئی عجیب بات محسوس نہیں کی۔" فرزانہ نے پوچھا۔

"عجیب بات سے آپ کی کیا مراد ہے۔"

"یہ کہ آپ نے ان لوگوں میں کوئی تبدیلی دیکھی ... کوئی عجیب بات دیکھی۔"

"ہاں کیوں نہیں... لیکن میں نے محسوس کیا تھا کہ سفر کی تھکن کی وجہ سے ہے ... میں نے ان سے پوچھا تھا، آپ لوگ اتنی جلدی کیسے واپس آ گئے... انہوں نے بتایا تھا کہ بس پروگرام کینسل ہوگیا ہے ...

ویسے سچ بتاؤں... انہوں نے مجھ سے پہلے جیسا سلوک نہیں کیا تھا... پہلے تو جب میں جاتی تھی نا... تو وہ خوب آؤ بھگت کرتے تھے ... چائے کے بغیر ہرگز نہیں آنے دیتے تھے۔ اس دن پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ انہوں نے چائے کو بھی نہیں پوچھا تھا... یہاں تک کہ شانی نے بھی مجھ سے خوش ہو کر باتیں نہیں کی تھیں... ورنہ شانی تو مجھے دیکھ کر کھل اٹھتی تھی ..."

"شانی کون..." فرزانہ نے پوچھا۔

"قاضی صاحب کی بیٹی ... آپ کو معلوم نہیں ... ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں... بیٹی میری ہم عمر ہے ... مجھ سے بہت خوش ہو کر ملتی ہے ... جب بھی جاتی ہوں... دوڑ کر استقبال کرتی ہے اور کہتی ہے ... پورے محلے میں کوئی بھی تو ہم سے ملنے کے لیے نہیں آتا... ایک بس آپ ہیں جو آجاتی ہیں... آپ تو بس نا بہت ہی اچھی ہیں..."

"خوب! پھر اس کے بعد آپ ان کے ہاں کب گئیں۔"

"بس... اس دن کے بعد تو پھر میں گئی ہی نہیں۔"

"اوہ... اچھا... تب پھر ہماری ایک درخواست ہے ..." فرزانہ نے کچھ سوچ کر کہا۔

"اور وہ کیا..."

"ان لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ لوگ تو یہاں تھے ہی نہیں... ملک

سے باہر گئے ہوئے تھے ... جب کہ آپ کہتی ہیں... وہ گئے ضرور تھے ... لیکن دو دن بعد ہی واپس آ گئے تھے ...اور بتایا تھا کہ پروگرام کینسل ہوگیا ہے ... ہم لوگوں کا اندازہ ہے کہ یہ لوگ ملک سے باہر گئے تھے... ان کی غیر حاضری میں کچھ لوگ ان کے حلیوں میں اس گھر میں ایک ماہ تک رہتے رہے ہیں اور جب ان کے واپس آنے کا وقت آیا تو یہاں سے چلے گئے تھے ...بس ہم اس بات کا کھوج لگا نا چاہتے ہیں کہ یہ کیا چکر ہے ... ابھی ہمیں پھر ان کے ہاں جانا ہے...چند سوالات اور کرنے ہیں... آپ ہمارے ساتھ چلیں اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں کہ یہ لوگ اصلی ہیں یا نقلی۔''

'' اوہ ... اوہ۔'' مارے حیرت کے زاویہ کی آنکھیں پھیل گئیں... اس کے چہرے پر بے پناہ جوش بھی نظر آیا۔

'' آیئے پھر چلیں۔'' فرزانہ نے کہا۔

'' میں پاپا سے اجازت لے لوں ... پھر چلتے ہیں۔''

'' ٹھیک ہے۔''

وہ اندر چلی گئی... جلد ہی اس کی واپسی ہوئی:

'' چلیے ... پاپا نے خوشی سے اجازت دے دی ہے ۔''

اور پھر وہ اسے ساتھ لے کر ظفران قاضی کے گھر میں داخل

ہوئے...اس وقت ڈرائنگ روم میں قاضی صاحب اپنے بیوی بچوں کے ساتھ بیٹھے تھے... ان کی بیٹی شانی کی نظر جونہی زاویہ پر پڑی... وہ اچھل پڑی... اور چلا اٹھی:

'' آہا... شانی ... بے مروت... اتنی دیر بعد آئیں۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ دوڑ کر شانی تک آئی اور اس سے لپٹ گئی... ادھر وہ شانی کو غور سے دیکھ رہی تھی ... دونوں الگ ہوئیں تو شانی نے ان کی طرف دیکھا، پھر بولی:

'' یہ... یہ بالکل اصلی ہیں۔''

''اوہ !'' وہ ایک ساتھ بولے۔

'' ہاں واقعی... یہ بالکل اصلی ہیں... ان کے چہروں پر وہی خوشی ہے... وہی مسکراہٹ ہے ... ان کے بھائیوں کے چہروں پر وہی اپنا پن ہے... اور انکل قاضی اور آنٹی بھی بالکل وہی ہیں۔''

'' اُف خدا... اگر... اگر یہ اصلی ہیں تو پھر وہ کون تھے ...جو ان کے گھر میں ایک ماہ تک رہتے رہے ہیں۔'' فرزانہ کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا:

☆☆☆☆☆

ایک منٹ

چند لمحے خاموشی کے عالم میں گزر گئے۔ آخر محمود نے کہا:

'' اور وہ یہاں ایک ماہ تک کیا کرتے رہے ... انہوں نے ان سب افراد کے حلیے کیسے اپنا لیے ... کیا وہ میک اپ کے ماہر تھے، ویسے تو انہیں چیک کر لیے جانے کا ڈر نہیں تھا، کیونکہ محلے کے لوگ یہاں مشکل ہی سے آتے ہیں... بس لے دے کر زاویہ ضرور آتی رہی ہیں... یہی بات ہے نا قاضی صاحب۔''

'' ہاں! بالکل یہی بات ہے ... اب ہمارے سامنے دو حیرت انگیز سوالات موجود ہیں... وہ کون تھے اور یہاں کیا کرتے رہے۔'' ظفران قاضی بولے۔

'' یا پھر؟'' فرزانہ کہتے کہتے رک گئی۔

'' یا پھر کیا؟''

'' وہ اصلی تھے اور آپ لوگ نقلی ہیں۔''

'' یہ تو خیر غلط ہے ... میں نے آپ کو بتایا تو ہے ... ان لوگوں کو ایک نظر دیکھ کر میں نے محسوس کر لیا تھا کہ یہ لوگ اصلی ہیں اور انہیں دیکھتے ہی اطمینان محسوس کیا ہے۔''

'' اچھی بات ہے ... فی الحال ہم اس بات پر یقین کیے لیتے ہیں... اور قاضی صاحب آپ سے ایک درخواست ہے۔''

''ہاں! کہیے۔''

'' آپ اپنے گھر کی تمام اہم اور قیمتی چیزوں کا بہت غور سے جائزہ لے لیں... کیونکہ یہ بات جاننا بہت ضروری ہے کہ ان کا یہاں آنے کا مقصد کیا تھا... اس طرح ان کا جرم ہمارے سامنے آجائے گا اور ان کی گرفتاری آسان ہو جائے گی۔''

'' ہم پورے گھر کی چیزوں کا جائزہ لے چکے ہیں ... کوئی چیز کم بالکل غائب نہیں ہے۔''

'' ہوسکتا ہے ... وہ کوئی ایسی چیز ہو جس کی طرف آپ کا دھیان نہ گیا ہو... لہٰذا آپ ایک بار اور غور سے دیکھ لیں... اور چونکہ اس کام میں دیر لگ جائے گی... اس لیے ہم فی الحال اپنے گھر چلے جاتے ہیں... آپ سے فون پر پوچھ لیں گے ... کوئی چیز ذہن میں آئی یا نہیں۔''

"اچھی بات ہے۔"

"اور زاویہ... آپ کا شکریہ... آپ نے ہماری بہت مدد کی۔"

"کوئی بات نہیں... مجھے خوشی ہے کہ آپ کے کام آئی۔" وہ مسکرائی۔

پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے... زاویہ اپنے گھر کی طرف بڑھ گئی اور انہوں نے گاڑی میں بیٹھ کر گھر کی راہ لی:

"اگر قاضی صاحب کے گھر کی کوئی چیز بھی کم یا گم نہ ہوئی تو اس بات سے کیا نتیجہ نکالا جائے گا بھلا۔" فرزانہ نے راستے میں کہا۔

"اس بات سے ہم یہ نتیجہ نکالیں گے کہ اس معاملے میں ہم کوئی نتیجہ نہیں نکال سکیں گے۔" فاروق نے مسمسی صورت بنائی۔

"حد ہوگئی... نتیجہ نکالنا تو کوئی تم سے سیکھے۔" محمود جھلا اٹھا۔

"پہلے تم تو سیکھ لو۔"

"یار چپ رہو... ہاں تو اس بات کا جواب یہ ہے کہ ہم کوئی نتیجہ نکال سکیں یا نہ نکال سکیں... ابا جان ضرور نکال لیں گے۔"

"ان شاء اللہ اور ہم انہی کے پاس جا رہے ہیں۔"

اور پھر وہ گھر پہنچ گئے... انسپکٹر جمشید نے پہلے تو ان کے چہروں کا جائزہ لیا، پھر ہنس پڑے:

"آپ کو کس بات پر ہنسی آئی ابا جان۔"

"اس بات پر کہ تم بالکل ناکام لوٹے ہو۔"

"آپ یہ بات کہہ سکتے ہیں۔" فرزانہ مسکرائی۔

"خیر... تم مجھے تفصیل سنا دو۔"

"جی اچھا!" محمود نے کہا اور شروع سے آخر تک تفصیل سنا دی... انسپکٹر جمشید اس کے خاموش ہونے کے بعد بھی کچھ دیر سوچ میں ڈوبے رہے... آخر انہوں نے سر اوپر اٹھایا اور بولے:

"اگر یہ بات یقینی ہے کہ اس وقت جو لوگ گھر میں ہیں، وہ اصلی ہیں تو اس گھر میں پورے ایک ماہ تک نقلی لوگ رہے ہیں... ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ کیوں... انہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی... دوسری بات اگر اس وقت گھر میں نقلی لوگ موجود ہیں تو اصلی کہاں گئے۔ انہیں ایک ماہ بعد آنا تھا... اس صورت میں انہیں واپس آجانا چاہیے تھا... لیکن ایسا نہیں ہوا... وہ آتے تو سیدھے پولیس اسٹیشن جاتے اور کہتے کہ ان کے گھر پر کچھ لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے... لہٰذا گھر کا قبضہ انہیں دلوایا جائے... لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا... لہٰذا ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت گھر میں اصل لوگ موجود ہیں... جو رہ کر گئے ہیں، وہ غلط لوگ تھے... لہٰذا ہمیں معلوم کرنا ہوگا... وہ کون تھے...

کیا چاہتے تھے...''

'' اور یہ سوال ایک بہت ہی سنسنی خیز سوال ہے... ہمارے پاس اس کا جواب نہیں ہے... آخر ہم کیسے اس سوال کا جواب تلاش کریں۔'' محمود نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

'' میرے ذہن میں ایک بات آتی ہے... اصل لوگ اپنے گھر میں موجود ہیں... سب سے پہلے تو ہم اپنے طریقے کے مطابق ان کی اصلیت جان لیں، آیا وہ واقعی سو فیصد اصلی ہیں... جب ہم اس بات کا یقین کر لیں گے، تب ہم اگلا قدم اٹھائیں گے... لہٰذا اب ہم اکرام اور اس کی تحقیقاتی ٹیم کو ساتھ لے کر وہاں جاتے ہیں... انگلیوں کے نشانات اور چہروں پر میک اپ وغیرہ کا پتا چلاتے ہیں... کیا خیال ہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ رک گئے اور ان کی طرف دیکھنے لگے۔

''گویا آپ ہمارا ساتھ دیں گے۔''

'' ہاں! کیونکہ کچھ نہ کچھ ہوا ضرور ہے۔''

انہوں نے کہا اور اکرام کو فون کرنے لگے۔ جلد ہی وہ دوبارہ ظفران قاضی کے گھر میں تھے... قاضی صاحب نے حیرت زدہ انداز میں سب سے ہاتھ ملایا:

'' اب اس کیس پر باقاعدہ کام شروع ہو رہا ہے... سب سے

پہلے ہم سو فیصد جاننے کی کوشش کریں گے کہ آپ لوگ اصل ہیں یا نہیں، آپ کی انگلیوں کے نشانات لیے جائیں گے اور شناختی کارڈوں سے ملائے جائیں گے... آپ لوگوں کے چہرے چیک کیے جائیں گے کہ ان پر میک اپ تو نہیں کیا گیا... اور بھی طریقے اختیار کیے جائیں گے... آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔''

'' نہیں... ہم تو خود بہت الجھن میں ہیں کہ وہ لوگ ہمارے گھر میں اٹھائیس انتیس دن کیا کرتے رہے ہیں۔'' ظفران قاضی بولے۔

'' اکرام کام شروع کرو۔''

وہ حرکت میں آگئے۔ ان کا یہ کام دو گھنٹے تک جاری رہا... اور آخر اکرام نے اعلان کیا:

'' اس بات میں اب کوئی شک نہیں رہا کہ یہ لوگ اصلی ہیں... ان کے چہروں پر میک اپ نہیں کیا گیا اور انگلیوں کے نشانات بھی بالکل وہی ہیں جو شناختی کارڈ پر ہیں... بلکہ شناختی کارڈ کے دفتر کے ریکارڈ سے بھی ہم نے نشانات ملائے۔''

'' ہوں... چلو ایک بات تو طے ہوئی... اکرام تم اپنے ماتحتوں کے ساتھ دفتر جا سکتے ہو... یہاں تمہارا کام اتنا ہی تھا۔''

'' بہت بہتر سر۔''

ان کے جانے کے بعد انسپکٹر جمشید ظفران قاضی کی طرف مڑے:

''اب سب سے اہم ... سنسنی خیز اور عجیب ترین سوال یہ ہے کہ وہ نقلی لوگ کیا کرتے رہے ... اور وہ لوگ کون تھے ... قاضی صاحب! یہ کیس ہم آپ کی مدد کے بغیر حل نہیں کر سکتے ... آپ ہماری مدد کریں گے تو ہم کامیاب ہوں گے ... ورنہ نہیں۔''

''میں حاضر ہوں... آپ حکم کریں۔''

''کیا آپ کو واقعی معلوم نہیں کہ وہ لوگ کون تھے۔''

''بالکل نہیں۔'' انہوں نے پر زور انداز میں کہا۔

''اور کیا آپ کو یقین ہے کہ گھر میں کوئی چیز نہیں چرائی گئی۔''

''بالکل۔''

''کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ کوئی ایسی چیز لے گئے ہوں... جس کے بارے میں آپ ہم کو بتا نہیں سکتے ،مثلاً کوئی غیر قانونی چیز ہو... یعنی قانون اسے رکھنے کی اجازت نہ دیتا ہو۔''

''نہیں ! میرے پاس ایسی کوئی غیر قانونی چیز نہیں ... نہ میں نے زندگی میں کبھی کوئی غیر قانونی کام کیا ہے، کسی بھی قسم کے جرم میں میرا کوئی تعلق ثابت نہیں کیا جا سکتا ... نہ میرا جرائم پیشہ لوگوں سے کبھی کوئی تعلق رہا ہے... میری زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہے ... بچپن سے لے کر آج تک کے حالات ، واقعات میں نے اپنی ڈائری میں لکھے

ہوئے ہیں ... میرے والد بھی ایک سیدھے سادے زمیندار تھے ... وقت بدلا... حالات بدلے ...ہم اپنی زمینیں فروخت کر کے شہر میں آ گئے... اور اپنا کاروبار شروع کر دیا... میں ایکسپورٹ امپورٹ کا کام کرتا ہوں... اپنے ملک کی بہت سی چیزیں دوسرے ملکوں میں سپلائی کرتا ہوں اور دوسرے ملکوں کی بہت سی چیزیں اپنے ملک میں فروخت کرتا ہوں... یہ ہے میرا کاروبار ...مال بحری جہازوں کے ذریعے منگواتا ہوں... مال منگوانے اور لے جانے میں بھی میں نے کبھی کوئی گڑ بڑ نہیں کی ... میرے ذمے جو ٹیکس بنتے ہیں ، وہ اعلانیہ ادا کرتا ہوں۔ ٹیکسوں کو کم کرانے کی آج تک کوشش نہیں کی ... نہ محکموں کو کبھی رشوت دیتا ہوں... مطلب یہ کہ میری پچاس سالہ زندگی میں آپ کوئی کمزور پہلو نہیں دکھا سکتے... لہٰذا مجھے کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہے ... ذہن میں الجھن ہے تو یہ کہ آخر کچھ لوگوں نے جن کی تعداد میرے گھر کے افراد کی تعداد کے برابر تھی ... اور جن کے حلیے بھی ہم جیسے تھے ... یعنی بنائے گئے تھے ...''

''ایک منٹ۔'' محمود عین اس وقت بہت زور سے اچھلا ... اس کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں:

☆☆☆☆☆

دس منٹ دیئے

سب کی نظریں اس کی طرف گھوم گئیں۔ ان کے چہروں پر حیرت ہی حیرت تھی کہ نہ جانے محمود کو کیا بات سوجھ گئی ہے کہ وہ اس طرح اچھلا ہے:

"خیر تو ہے ... کوئی بچھو تو نہیں کاٹ گیا۔" فاروق نے بڑا سا منہ بنایا۔

"نہیں! اللہ کا شکر ہے۔" محمود نے اسے گھورا۔

"اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے گھورنے کی کیا ضرورت ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"یار چپ رہو ... ہاں محمود ... کس بات پر اچھلے۔"

"بے بات پر۔" فاروق پھر بول اٹھا۔

"تم پھر بولے۔" انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

"مم ... معافی چاہتا ہوں۔"

"معافی بھی قسطوں میں مانگی ہے۔" فرزانہ جل گئی۔

"بات لیٹ ہو رہی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے انہیں خبردار کیا۔

"ان باتوں میں بس یہی بات تو بڑی ہے ... بات بے بات جب دیکھو لیٹ ہو جاتی ہے۔" محمود نے کہا۔

"لیکن اب میں تمہیں دیکھوں گا۔" انسپکٹر جمشید اور زیادہ جھلا اٹھے۔

"سس... سوری ... مجھے یہ خیال آیا ہے کہ کہیں وہ لوگ..." وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"اب کہتے کہتے رکنے کی کوئی خاص ضرورت تھی؟" فاروق نے اس کی طرف دیکھا۔

"خاص تو نہیں ... بس عام سی ضرورت تھی ... دراصل مجھے خیال آیا تھا ... جو لوگ یہاں اس قدر آسانی سے ایک ماہ گزار گئے ہیں، کہیں وہ قاضی صاحب کے جڑواں بھائی کا گھرانہ تو نہیں تھا۔"

"دھت تیرے کی ... کھودا چوہا نکلا پہاڑ۔" فاروق چلا اٹھا۔

"اب چوہے کو کھودو گے تو پہاڑ ہی نکلے گا۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"ارے بھائی ... جڑواں بھائی اگر کوئی قاضی صاحب کا ہوگا..."

"نہ کہ باقی افراد کے بھی ہوں گے۔" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"دو جڑواں بھائیوں کی اولاد کے نقوش بھی ملتے جلتے ہو سکتے ہیں، یہ ناممکن بات نہیں۔" محمود نے منہ بنایا۔

"یہ بات ہو تو سکتی ہے... خیر پہلے تو ہم قاضی صاحب سے پوچھ لیتے ہیں، کیوں قاضی صاحب! آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔"

"میرا کوئی جڑواں بھائی نہیں تھا..." انہوں نے بڑا سا منہ بنایا۔

"اور کوئی چھوٹا بھائی۔"

"چھوٹا بھائی۔" ان کے منہ سے پریشانی کے عالم میں نکلا۔

"ہاں چھوٹا بھائی۔"

ان کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔ وہ ان کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے... آخر انہوں نے کہا:

"اس میں شک نہیں... میرا ایک چھوٹا بھائی تھا۔"

"کیا!!!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں! میرا ایک چھوٹا بھائی تھا۔"

"تھا سے آپ کی کیا مراد... کیا وہ فوت ہو گیا تھا۔"

"نہیں! بچپن میں گھر سے بھاگ گیا تھا۔"

"اوہ۔" وہ دھک سے رہ گئے۔

"اور کیا وہ آپ کا ہم شکل تھا۔"

"ہاں! وہ میرا ہم شکل تھا... لیکن جب سے وہ گھر چھوڑ کر گیا، پھر کبھی لوٹ کر نہیں آیا۔ نہ کہیں دکھائی دیا... والد صاحب نے اس کی تلاش میں بہت پاپڑ بیلے تھے... اخبارات میں گم شدگی کے اشتہارات دیے تھے... انعامات کا اعلان کیا تھا..."

"تب تو پھر قاضی صاحب... اس بات کا امکان ہے کہ یہ کہیں وہی نہ ہو... حیرت ہے... اسے آپ کی کوٹھی کا پتا کیسے چلا اور وہ کیسے ایک بند گھر میں داخل ہو گئے۔ یہ تو ایسا لگتا ہے... جیسے وہ جرائم پیشہ زندگی گزار رہے ہیں۔"

"م... مجھے ان کے بارے میں قطعاً معلوم نہیں... اور میں اس وقت شدید الجھن محسوس کر رہا ہوں... میری درخواست ہے... آپ لوگ تشریف لے جائیں... اب میں اس معاملے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا... نہ یہ جاننا چاہتا ہوں... وہ کون لوگ تھے... جو یہاں ایک ماہ رہ کر گئے ہیں۔"

وہ دھک سے رہ گئے۔ انہیں ظفران قاضی سے ان الفاظ کی ایک فیصد بھی امید نہیں تھی... انہوں نے دیکھا... وہ شدید پریشان لگ رہے تھے:

"اچھی بات ہے ... آپ بہت پریشان ہو گئے ہیں... لیکن اس پریشانی کا حل یہ نہیں کہ آپ اس معاملے کی تفتیش نہ کرائیں... بلکہ دیکھا جائے تو پریشانی دور کرنے کے لیے آپ کو معاملے کی تفتیش کرانا ہوگی ... آپ بتا چکے ہیں، ان لوگوں نے آپ کے گھر کی کسی چیز کو نہیں چھوا... گویا وہ لوگ کسی لالچ کے تحت... یا چوری چکاری کے لیے نہیں آئے تھے... اگر ان کا ایسا کوئی ارادہ ہوتا تو اس گھر کا صفایا کرنے کے لیے ان کے پاس بہت وقت تھا... اب اللہ جانے، ان کی کیا نیت تھی ... انہوں نے کیوں ایسا کیا ... ویسے قاضی صاحب... ایک بات ہے، اگر وہ سامنے آجاتے ہیں...تو جائیداد میں اپنے حصے کا مطالبہ کرسکتے ہیں..."

"میں خوشی سے انہیں ان کا حصہ دوں گا ... مجھے ایسی کوئی پریشانی نہیں ہے۔"

"تب پھر آپ کو کس بات کی پریشانی ہے۔"

"یہ جو کچھ ہوا ہے ...بہت پراسرار ہے ...ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اگر میرے چھوٹے بھائی کو پتا چل گیا کہ میں ان کا بڑا بھائی ہوں اور یہاں رہتا ہوں تو وہ براہ راست آتے، مجھ سے ملتے ، میں انہیں گلے سے لگاتا ...ان سے کہتا کہ یہ سب کچھ تمہارا ہے ...جو چاہے لے

لو ... قانونی طور پر جائیداد کو تقسیم کرنا چاہتے ہو تو ایسے کر لو ... میں قطعاً کوئی رکاوٹ نہ ڈالتا۔ اب بھی نہیں ڈالوں گا ... بس وہ سامنے آجائیں...بس میں اسی لیے پریشان ہوں...اور کوئی بات نہیں۔"

"اچھی بات ہے ... ہم جا رہے ہیں... اگر آپ کے بھائی آپ سے رابطہ کریں تو ہمیں اطلاع دیجیے گا۔" انسپکٹر جمشید نے اطمینان سے بات سن کر جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ... آپ کا شکریہ ! آپ بہت اچھے ہیں... میں تفتیش کو رکوا نہیں رہا ...بس میں پریشان ہوگیا ہوں کہ نہ جانے یہ کیا چکر ہے ..."

"ہم جا رہے ہیں... ہم بھی یہی جاننا چاہتے تھے کہ یہ کیا چکر ہے۔"

اور پھر وہ باہر کی طرف چل پڑے ... ایسے میں انسپکٹر جمشید مڑے اور ظفران قاضی سے بولے :

"کیا آپ بتا سکتے ہیں، آپ کے چھوٹے بھائی کب گھر سے گئے تھے۔"

"آج سے تیس سال پہلے ...وہ اس وقت دس سال کے تھے۔"

"اور ان کا نام کیا تھا ؟"

"سلمان قاضی۔" انہوں نے بتایا۔

"تمیں سال پہلے کون سا ماہ اور تاریخ تھی۔"

"وہ نومبر کی گیارہ تاریخ تھی ..."

"اچھی بات ہے ... آپ کا شکریہ۔"

اور پھر وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر گھر کی طرف روانہ ہوئے... گھر پہنچتے ہی انہوں نے لائبریری کا رخ کیا، کیونکہ ایسے موقعوں پر وہ لائبریری کا رخ کرتے تھے:

"چلو بھئی... نکالو تمیں سال پہلے گیارہ نومبر کے بعد کے اخبارات ... ہمیں 11 نومبر سے لے کر 10 نومبر تک کے اخبارات دیکھنے ہوں گے۔"

"اچھی بات ہے ابا جان؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

اب وہ فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھے تھے ...ان کے سامنے اخبارات کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا اور وہ ان اخبارات کو ترتیب وار دیکھ رہے تھے...سب سے پہلے محمود کو وہ خبر نظر آئی جس کی انہیں تلاش تھی...

خبر یہ تھی:

"شہر کے مشہور رئیس ظفران قاضی کے دس سالہ بھائی گھر سے

اچانک غائب ہو گئے۔ انہوں نے بھائی کی گم شدگی کی رپورٹ درج کرا دی ہے ... خیال یہ ہے کہ سلمان قاضی کسی بات پر ناراض ہو کر گھر سے چلے گئے ہیں... قاضی صاحب نے اعلان کیا ہے کہ جو ان کے بھائی کے بارے میں کوئی اطلاع دے گا، اسے 30ہزار روپے انعام دیا جائے گا ...سلمان قاضی سے بھی انہوں نے دردمندانہ انداز میں کہا ہے کہ اگر وہ کسی ناراضی کی وجہ سے خود گھر سے گئے ہیں تو فوراً واپس لوٹ آئیں... سب گھر والے ان کے لیے بے چین ہیں، انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔"

اس خبر کے ساتھ ہی سلمان قاضی کی تصویر بھی موجود تھی ... انہوں نے تصویر کو غور سے دیکھا۔ شکل صورت بالکل ظفران قاضی سے ملتی جلتی تھی:

"ظفران قاضی کے بچپن کی تصویر اگر مل جائے تو بات اور زیادہ صاف ہو سکتی ہے ... کیونکہ سلمان قاضی کی یہ تصویر بچپن کی ہے اور ہم نے ظفران قاضی کو اب دیکھا ہے ... ٹھہرو میں فون کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے ظفران قاضی کے نمبر ملائے ... سلسلہ ملنے پر بولے:

"اخبارات میں ہم نے سلمان قاضی کی تصویر دیکھ لی ... ہم

آپ کے بچپن کی تصویر بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔''

''ہاں کیوں نہیں! ہمارے گھریلو البم میں بچپن کی بہت سی تصاویر موجود ہیں... آپ یہاں آکر دیکھنا پسند کریں گے یا میں البم آپ کے گھر بھیج دوں۔''

''میں اپنے ماتحت کو بھیج دیتا ہوں... آپ اسے دے دیں... کوئی حرج نہ ہو تو پورا البم ہی بھیج دیں۔'' انہوں نے کہا۔

''اچھی بات ہے۔''

اب انہوں نے اکرام کو فون کیا۔ یہ کام اس کے ذمے لگایا۔ تھوڑی دیر بعد البم ان کے سامنے موجود تھا... انہوں نے اس میں ظفران قاضی کی بچپن کی تصاویر دیکھیں تو وہ حیرت زدہ ہوئے بغیر نہ رہ سکے... تصاویر میں کوئی فرق نہیں تھا... یوں لگتا تھا جیسے وہ ایک ہی شخص کی تصاویر ہوں... البتہ ابھرا ہوا سیاہ تل ظفران قاضی کے گال پر دائیں طرف تھا... جب کہ سلمان قاضی کے بائیں طرف تھا:

''فرق اگر ہے تو صرف اس تل کا ہے... اور مزے کی بات یہ ہے کہ ان کے والد کے چہرے پر بھی ایک ابھرا ہوا سیاہ تل ہے... اور وہ ہے بائیں طرف۔''

''چلیے یہ تو ہوا... سوال یہ ہے کہ اس کیس میں اب ہمارے

لیے کیا کام ہے۔''

''پہلے ہم ان خبروں کو پڑھ لیں... دیکھنا یہ ہے کہ سلمان کی تلاش کے سلسلے میں کیا کچھ کیا گیا... اور کوئی کامیابی کیوں نہیں ہوئی۔''

انہوں نے تفصیل سے خبریں پڑھنا شروع کیں... خبروں کے مطابق سلمان قاضی کی تلاش میں بہت کوشش کی گئی تھی... آخر وہ شہر کے ایک بڑے رئیس کا بیٹا تھا... پولیس نے بھی خوب بھاگ دوڑ کی تھی... خبارات کے ذریعے بھی خوب انعامات کے اعلان ہوئے تھے:

''ہم ایک پہلو بھول رہے ہیں۔''

''ہاں بتائیں! ہم کس پہلو کو بھول گئے۔'' فرزانہ نے بے تابانہ کہا۔

''کیا اس سے یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم خود وہ پہلو بتاؤ۔''

''اوہ... خیر... آپ ہمیں کچھ وقت دیں۔''

''پانچ منٹ دیے۔''

''یہ مہلت کم نہیں ہے؟'' فاروق نے گھبرا کر کہا۔

''چلو دس منٹ دیے۔'' وہ مسکرائے۔

''آج تو آپ حاتم طائی کو بھی گھٹائے دے رہے ہیں۔'' محمود

"بھئی واہ محاورے کو اچھے انداز میں بدلا...واقعی قبر پر لات مارنا محاورۃً بھی نہیں ہونا چاہیے۔"

"شکریہ ابا جان!"

"ہاں تو اب دس منٹ بعد بات ہوگی۔"

انہوں نے کہا اور سلمان قاضی کی خبروں کو غور سے پڑھنے لگے...

ادھر وہ تینوں سوچ کے سمندر میں اترنے لگے ... پھر فرزانہ نے چونک کر کہا:

"اوہ ارے... ہائیں۔"

☆☆☆☆☆

زنجیر

انسپکٹر جمشید نے اخبار سے نظریں ہٹا لیں اور فرزانہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولے:

"معلوم ہوتا ہے ... تم نے جان لیا۔"

"جی بالکل۔" وہ مسکرائی۔

"اور تم محمود، فاروق۔"

"افسوس! ہم ابھی تک نہیں جان سکے۔"

"پھر اب کیا پروگرام ہے، دس منٹ تو ہونے والے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، فرزانہ بتا دے ... ہم اس کے مقابلے میں اپنی ہار اعلان کیے دیتے ہیں۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔" فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

"اچھی بات ہے ...بتاؤ پھر کیا بات سمجھ میں آئی ہے۔"

"یہ کہ ظفران قاضی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ایک ماہ کے لیے

جانے لگے تو ظاہر ہے، انہوں نے اپنے کوٹھی کے تمام دروازے وغیرہ اچھی طرح بند کیے ہوں گے ... یہی بات ہے نا ابا جان۔"

" بالکل۔" انہوں نے سر ہلایا۔

" تب پھر نقلی لوگ ... یا جو بھی وہ رہے ہوں... اندر کیسے داخل ہوئے..."

"بالکل یہی بات میرے ذہن میں آئی تھی... آخر وہ لوگ اندر داخل کیسے ہوئے تھے ... ظفران قاضی کے گھر میں کوئی ملازم نہیں ہے..."

" یہ بات واقعی عجیب ہے ... لیکن میرا خیال ہے ... ظفران قاضی اس سوال کا جواب دے سکتے ہیں۔"

" تب پھر آپ ان سے فون پر پوچھنا پسند کریں گے یا وہیں چل کر پوچھیں گے۔"

" وہیں جانا ٹھیک رہے گا ... معاملے کی پراسراریت بڑھتی جا رہی ہے۔"

" تو پھر چلیے ... ہم بھی عجیب سی کیفیت سے دوچار ہیں اور جلد از جلد جان لینا چاہتے ہیں کہ یہ چکر کیا ہے۔"

"تو آؤ چلیں۔"

انہوں نے کہا ... وہ یک دم اچھل کر کھڑے ہو گئے ... جلد ہی

وہ جیپ میں ظفران قاضی کے گھر کا رخ کر رہے تھے۔ انہوں نے حیرت زدہ انداز میں ان کا استقبال کیا ... جیسے کہہ رہے ہوں۔

" آپ پھر آگئے۔"

" جی ہاں ! ہم پھر آگئے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

" جی کیا مطلب... میں نے آپ کے پھر آنے کے بارے میں کچھ کہا تو نہیں۔" ان کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔

" آپ نے بے شک نہیں کہا، لیکن آپ کہنا یہی چاہتے تھے۔"

" اوہ ہاں ! یہ تو ہے۔"

" ہم آپ سے صرف ایک بات پوچھنے آئے ہیں۔"

" آئیے آئیے ... ڈرائنگ روم میں چل کر بیٹھتے ہیں۔"

وہ انہیں ڈرائنگ روم میں لے آئے۔ اطمینان سے بیٹھنے کے بعد انہوں نے کہا:

" جب آپ ایک ماہ بعد آئے تھے تو آپ کو دروازے بند ملے تھے۔"

"ہاں بالکل۔"

" اسی طرح بند ملے تھے، جس طرح چھوڑ کر گئے تھے۔"

" بالکل اسی طرح بند ملے تھے۔"

"سوال یہ ہے کہ جو لوگ یہاں ایک ماہ رہ کر گئے، انہوں نے دروازے کس طرح کھولے؟"

"یہ سوال میرے ذہن میں آیا تھا... لیکن میں سمجھ نہیں سکا۔"

"مطلب یہ کہ آپ نہیں جانتے، وہ اندر کس طرح داخل ہوئے تھے۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"ہم ایک بار پھر آپ کی پوری کوٹھی کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔"

"ضرور... کیوں نہیں ... میں خود آپ کے ساتھ رہوں گا... کیونکہ میں بھی یہ جاننے کے لیے بے چین ہوں کہ وہ اندر کس طرح داخل ہوئے تھے۔"

"چلیے پھر... پہلے ہم آپ کی چھت دیکھنا چاہتے ہیں... کیونکہ ہمارا خیال ہے ... وہ پہلے چھت پر آئے تھے۔"

"آیئے۔"

وہ سیڑھیاں چڑھتے چھت پر آگئے... چھت کافی لمبی چوڑی تھی... کوٹھی کی عمارت کے چاروں طرف چار دیواری تھی ... اور یہ بہت بلند تھی... بغیر کسی سیڑھی کے یا کسی اور چیز کی مدد کے بغیر دیوار پر چڑھنا ممکن نہیں تھا اور نہ چار دیواری کے اندر کی طرف اترنا ممکن تھا:

"اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی ہلکی قسم کی سیڑھی تھی۔ وہ اس سیڑھی سے پہلے دیوار پر آئے...پھر سیڑھی اندر کی طرف لگائی گئی اور اس کے ذریعے نیچے اترے... اسی طرح وہ سیڑھی لگا کر چھت پر اترے... چھت سے صحن میں آگئے... اب چونکہ ان سب کی شکل صورت آپ سب سے ملتی جلتی ہے ... اس لیے انہیں یہاں رہتے ہوئے کوئی گھبراہٹ نہیں ہوئی ..." انسپکٹر جمشید کہتے چلے گئے۔

"سوال پھر وہی ہے ... آخر کیوں... وہ یہاں ایک ماہ تک کس لیے رہتے رہے ...جب آگئے تھے تو پھر مجھے ملے بغیر کیوں چلے گئے۔"

"یہ ایسے سوالات ہیں جن کے جوابات کی ہمیں ضرورت ہے، ان جوابات کے بغیر یہ کیس حل نہیں ہوسکتا۔" ظفران قاضی بولے۔

"خیر! ہم ان کے جوابات حاصل کرلیں گے ... آپ فکر نہ کریں... اوہو ... یہ... یہ کیا چیز ہے۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے گرل کے ایک سرے کے ساتھ لٹکی ہوئی کوئی چیز ہاتھ میں لے لی ... وہ ایک سنہری زنجیر تھی ... ایسی زنجیر کچھ لوگ گلے میں ڈالے رکھتے ہیں... اور یہ پیتل کی تھی:

"یہ...یہ تو زنجیر ہے۔" ظفران قاضی نے حیران ہو کر کہا ... کیونکہ پہلے ان کی نظر اس پر نہیں پڑی تھی۔

"کیا آپ اس زنجیر کو پہچانتے ہیں۔"

"جی نہیں... یہ ہم میں سے کسی کی نہیں ...یوں بھی ایسی زنجیر غنڈے قسم کے لوگ گلے میں ڈالتے ہیں۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... یہ پہلی کام کی چیز ہے ...جو ہمیں اس کیس میں ملی ہے اور اب ہم ان شاء اللہ بہت جلد کیس کی تہہ تک پہنچ جائیں گے۔"

"اس زنجیر کی مدد سے ؟" ظفران قاضی کے لہجے میں حیرت در آئی۔

"جی ہاں! آخر یہ زنجیر یہاں کیوں موجود ہے ، وہ لوگ کون تھے جو غیر قانونی طریقے سے کوٹھی میں داخل ہوئے تھے ... آپ کے بھائی سلمان قاضی تو براہ راست دروازے سے آ سکتے تھے اور آپ سے ملاقات کر سکتے تھے... آخر وہ چوروں کی طرح کیوں آئے ... اوہ ہاں... ایک بات سمجھ میں آتی ہے۔" انہوں نے چونک کر کہا اور پھر خاموش ہو گئے۔

"اور وہ کیا ؟" ان سب کے منہ سے نکلا۔

"آپ کے بھائی دراصل جائیداد کے کاغذات کی تلاش میں آئے تھے۔"

"کیا !!!" مارے حیرت کے ظفران قاضی کے منہ سے نکلا۔

"ہاں واقعی... یہ ہوسکتا ہے۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"لیکن ابا جان ! اگر انہیں بس اتنا سا کام تھا تو وہ ایک ماہ تک کیوں یہاں رہے۔" فرزانہ نے اعتراض کیا۔

"یہ اعتراض بھی اہم ہے ... خیر ... ہم اس پر بھی غور کریں گے ... فی الحال تو اس زنجیر پر کام کریں گے ... یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہ جو کوئی بھی تھے... غیر قانونی طور پر کوٹھی میں داخل ہوئے تھے... ان کا ایسا کرنے سے مقصد کیا تھا... یہ ہمیں معلوم کرنا ہوگا۔ ویسے آپ اپنے کاغذات چیک کر لیں ، کیا وہ اپنی جگہ موجود ہیں۔"

"وہ ..." ظفران قاضی نے قدرے پریشان ہو کر کہا۔

"ہاں وہ ۔" انسپکٹر جمشید نے انہیں حیران ہو کر دیکھا... کیونکہ یہ سوال کوئی پریشان کن سوال نہیں تھا... جب کہ وہ پریشان ہو گئے تھے۔

"میں نے ... میرا مطلب ہے ... مجھے سب سے پہلے ان کاغذات کو دیکھنا چاہیے تھا۔ لیکن افسوس ... میں نے ایسا نہیں کیا۔"

"واقعی! آپ سے بڑی بھول ہوئی ... چلیے ... خیر اب آپ جلدی سے اپنی جائیداد کے اور دوسرے تمام اہم کاغذات دیکھ لیں... ہم یہیں

بیٹھے ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ ... میں ابھی پندرہ منٹ میں واپس آجاؤں گا۔"

"کوئی بات نہیں ... آپ اطمینان سے دیکھیں۔"

وہ ڈرائنگ روم سے نکل گئے:

"کیا خیال ہے تم لوگوں کا... جائیداد وغیرہ کے کاغذات اپنی جگہ موجود ہوں گے یا نہیں۔" وہ مسکرا کر بولے۔

"شاید نہیں۔" فرزانہ نے خیال ظاہر کیا۔

"تم دونوں کیا کہتے ہو۔"

"وہی جو فرزانہ نے کہا ہے، ویسے آپ کا خیال کیا ہے۔"

"میرا خیال ہے ... کاغذات اپنی جگہ ملیں گے ..."

"گویا یہ معاملہ جائیداد کا نہیں ہے۔"

"یہ تو خیر میں نہیں کہہ سکتا ... لیکن جائیداد کے کاغذات ان کے کسی کام نہیں آئیں گے، کیونکہ معاملہ اگر جائیداد حاصل کرنے کا ہے تو ظاہر ہے، انہیں عدالت جانا پڑے گا۔

اور پھر پندرہ منٹ بعد ظفران قاضی کمرے میں داخل ہوئے... کاغذات ان کے ہاتھوں میں تھے اور چہرے پر اطمینان تھا:

"یہ بھی جوں کے توں اپنی جگہ پر ملے ہیں۔"

"اس کا مطلب تو پھر یہ بنتا ہے کہ وہ جو کوئی بھی تھے... صرف یہاں ایک ماہ تک رہے ہیں اور بس ... اس کے علاوہ انہوں نے کچھ نہیں کیا۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔" ظفران قاضی نے سر ہلایا۔

"سوال تو یہی ہے کہ کیوں... ان کا مقصد کیا تھا۔"

"اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔"

"خیر... ہم یہ بات جان کر رہیں گے ... وہ لوگ کون تھے... اور ایک ماہ تک یہاں کیا کرتے رہے ... اب ہم چلتے ہیں..."

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے...باہر نکل کر انہوں نے اکرام کے نمبر ڈائل کیے:

"السلام علیکم اکرام ... تم ذرا گھر آجاؤ۔"

"بہت بہتر سر۔"

وہ گھر پہنچے ہی تھے کہ اکرام بھی آگیا ...اب وہ ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے... بیگم جمشید ان کے لیے چائے تیار کر چکی تھیں۔ چائے کے دوران انہوں نے زنجیر جیب سے نکال کر میز پر اس طرح رکھ دی، جیسے بے خیالی میں رکھی گئی ہو ... ادھر اکرام کی نظر زنجیر پر

پڑی تو وہ چونک اٹھا۔ اس کے منہ سے نکلا :

’’سس... سر... یہ زنجیر آپ کو کہاں ملی ؟‘‘

’’کیوں اکرام ! کیا یہ کوئی خاص زنجیر ہے ۔‘‘

’’خاص تو خیر نہیں ... لیکن جس شخص کی یہ ہے ، میں اسے جانتا ہوں۔‘‘ اس نے بتایا۔

’’بس تو پھر اکرام ... ہم نے تمہیں اسی لیے بلایا ہے ... بتاؤ... یہ کس کی ہے ۔‘‘

’’نادر کوبرا۔‘‘

’’نام تو بہت سنا ہوا ہے ... لیکن میں اس سے واقف نہیں۔‘‘ انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

’’سر! ڈاکے ڈالنے کا ماہر ہے ... سزا یافتہ ہے۔‘‘

’’اوہ ... کہاں مل سکے گا۔‘‘

’’جب سے جیل سے رہا ہو کر آیا ہے ... پھر اس نے کوئی واردات نہیں کی...اس لیے آزادانہ گھوم پھر رہا ہے ... آج کل زیادہ تر ہوٹل شاشا میں نظر آتا ہے ...ویسے اسے ہر روز صبح تھانے میں حاضری لگانا پڑتی ہے... میرا مطلب ہے ، اگر ہوٹل میں اس سے ملاقات نہ ہو سکے ... تو شامی گیٹ کے تھانے میں حاضری لگانے آتا ہے ۔‘‘

’’بہت خوب اکرام ! تمہارا یہ بہت بڑا فائدہ ہے کہ تم معلومات کے چلتے پھرتے انسائیکلوپیڈیا ہو ۔‘‘

’’شکریہ سر... کیا آپ ہوٹل شاشا جائیں گے ۔‘‘

’’ہاں اکرام جانا ہی پڑے گا۔‘‘ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

’’ٹھیک ہے سر۔‘‘

’’ایک منٹ ابا جان !‘‘ ایسے میں فرزانہ بول اٹھی ۔

’’ہاں کہو فرزانہ ۔‘‘

’’کیوں نہ ہم وہاں نادر کوبرا کے میک اپ میں چلیں ۔‘‘

’’اس کا کیا فائدہ ہوگا بھلا ۔‘‘ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا ۔

’’جی بس... ذرا مزہ رہے گا۔‘‘

انہوں نے نادر کوبرا اور اس کے بچوں کی تصاویر سامنے رکھ میں... پھر وہ میک اپ میں مصروف ہو گئے ... شام کے سات بجے کے قریب اس کام سے فارغ ہوئے اور پھر ایک ایسی کار میں ہوٹل شاشا کی طرف روانہ ہوئے جس کی نمبر پلیٹ اور رنگ تبدیل ہوتا رہتا تھا ۔

ہوٹل شاشا عالم روڈ پر تھا ... ان کی کار ہوٹل کے سامنے پہنچ کر رک گئی ... ہوٹل کا کوئی بیرا دوڑ کر ان تک نہ آیا...شاید وہاں آنے

والے گاہکوں کا استقبال کیا ہی نہیں جاتا تھا:

"آؤ بھئی چلیں۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا اور ان تینوں کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ اس وقت ایک بیرا ناخوش گوار انداز میں ان کی طرف آیا:

"آپ نے کار غلط جگہ کھڑی کی ہے... کیا آپ پہلی بار ہوٹل آئے ہیں۔"

"یہی بات ہے۔" وہ بولے... انہوں نے آواز قدرے بدل لی تھی۔

بیرے کی نظریں جونہی ان کے چہرے پر پڑیں... وہ چونک اٹھا... اس کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں... انہوں نے اس بات کو فوراً محسوس کر لیا... ادھر بیرے نے جلدی سے کہا:

"کار پارک اس طرف ہے۔"

"اچھا۔" انہوں نے اکڑنے کے انداز میں کہا... اور کار کی طرف بڑھ گئے... پھر کار پارک کرکے دوبارہ ہوٹل کے دروازے کی طرف آئے... دروازے پر موجود دوعدد بیروں نے انہیں عجیب سی نظروں سے گھورا... لیکن کہا کچھ نہیں... نہ انہیں سلام کیا... وہ اندر داخل ہو گئے... اور کاؤنٹر پر رکے بغیر کھانے کے ہال کی طرف بڑھ گئے:

"میں محسوس کر رہی ہوں... بہت سی نظریں ہمیں گھور رہی ہیں۔" فرزانہ نے دبی آواز میں کہا۔

"ہاں! میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں... اور اس کا مطلب ہے... ہم نے بھڑ کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا ہے۔" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔"

"آمین!" تینوں نے ایک ساتھ کہا۔

پھر جونہی وہ ایک میز پر بیٹھنے لگے... بیرا تیر کی طرح ان کی طرف آیا:

"سر! اس طرف نہیں... یہ سب میزیں بک ہیں... آپ اس طرف آئیے میرے ساتھ۔"

انہوں نے صاف محسوس کیا... اس کے لہجے میں گہرا طنز تھا:

"ٹھیک ہے... چلیے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

وہ اس کے پیچھے قدم اٹھانے لگے... یہاں تک کہ وہ انہیں ایک کمرے کے دروازے تک لے آیا:

"اندر تشریف لے جائیے۔" بیرا جھک کر بولا... انداز اب بھی یہ تھا۔ وہ آگے بڑھ گئے... کمرے کا دروازہ خود بخود کھلا تھا۔

وہ اندر داخل ہوگئے... انہوں نے دیکھا... وہ کوئی کھانے کا ہال نہیں تھا... ایک کمرہ تھا... اور اس میں ایک بھاری بھرکم میز کے دوسری طرف گول مٹول سا ایک آدمی بیٹھا تھا... اس کی آنکھیں بھی گول تھیں۔ جب اس نے ان کی طرف دیکھا تو انہیں یوں لگا جیسے اس کی آنکھیں ڈیلوں کے اندر گردش کر رہی ہوں...

اس لمحے انہیں ایک خوف کا احساس ہوا، کیونکہ انہوں نے ایسی گردش کرتی آنکھیں زندگی میں کسی کی نہیں دیکھی تھیں... اگر چہ وہ گردش کر نہیں رہی تھیں... کرتی محسوس ہو رہی تھیں:

''لیکن یہ تو کھانے کا ہال نہیں ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

''کھانا یہیں آجائے گا... آپ تشریف رکھیے۔''

''لیکن ہمیں یہاں کیوں لایا گیا ہے۔''

''آپ کون ہیں... میں آپ کا نام جاننا چاہتا ہوں۔''

''پہلے آپ بتائیں... آپ کون ہیں۔''

''میں اتفاق سے اس ہوٹل کا مالک سرجون ہوں۔''

''لیکن اتفاق سے کیوں۔'' فاروق بول اٹھا۔

سرجون نے اسے تیز نظروں سے گھورا، پھر مسکرا کر بولا:

''اتفاق میں برکت ہے نا۔''

''اوہ ہاں! یہ تو ہے۔''

''اگر آپ جون ہیں تو میں نادر کوبرا ہوں۔''

''بس اسی لیے آپ کو یہاں بلانا پڑا... بہت دن سے نادر کوبرا کی تلاش میں تھا... آپ تشریف رکھیے نا۔'' اس نے نرم لہجے میں کہا۔

اس کا نرم لہجہ ان کے لیے خطرے کی گھنٹی تھا... وہ چوکنے ہو گئے... سرجون نے گھنٹی کا بٹن دبایا... فوراً ہی ایک سیاہ فام آدمی اندر داخل ہوا اور سر جھکا کر بولا:

''کیا حکم ہے میرے آقا۔''

''ان کے لیے کھانا یہیں لے آؤ... یہ میرے مہمان ہیں۔''

''لیکن ہم کھانا ہال میں کھانا پسند کریں گے۔'' انسپکٹر جمشید نے پریشانی کے عالم میں کہا... ان کی الجھن برابر بڑھ رہی تھی... آخر وہ کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے:

''آپ کو جو بات بھی کرنی ہے... ہال میں آکر کر لیں۔''

''ہال میں کوئی میز فارغ نہیں ہے۔''

''اوہو اچھا... خیر... ہم پھر کسی دن کھانا کھانے آجائیں گے...

آؤ بھی چلیں۔"

" ایسی بھی کیا جلدی ... کچھ دیر تو ٹھہریں... نادر صاحب آپ سے تو بہت خاص باتیں کرنی ہیں۔" وہ عجیب سے انداز میں مسکرایا۔

" باتیں بھی پھر کسی دن کر لیں گے۔"

انسپکٹر جمشید یہ کہتے ہوئے دروازے تک آگئے:

" انہیں روکنا ہے ...جوزی۔"

سیاہ فام نے یہ سنتے ہی ہاتھ پھیلا دیے:

" آقا کہہ رہے ہیں ،آپ نہیں جا سکتے۔"

" لیکن کیوں ... ہم یہاں کھانا کھانے آئے تھے... ایک بیرا ہمیں یہاں تک لے آیا... آخر کیوں... اب ہم کھانے کے ہال میں جانا چاہتے ہیں تو آپ ہمیں وہاں نہیں جانے دیتے...آخر کیوں۔" انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

" اس کی وجہ ہے۔" سر جون مسکرایا۔

" اور وہ وجہ کیا ہے۔" انہوں نے بُرا سا منہ بنایا۔

" جوزی یہ وجہ جاننا چاہتے ہیں۔"

" آپ کا مطلب ہے ، میں وجہ بتاؤں انہیں ؟" جوزی نے حیران ہو کر کہا۔

" ہاں! آج تو تم ہی بتا دو ... بہت دن ہو گئے تمہارے ہاتھ دیکھے ہوئے۔"

" اچھی بات ہے باس۔"

یہ کہتے ہی وہ بڑی طرح ہوا میں اچھلا:

☆☆☆☆☆

سکین اینڈ اپ لوڈ بائے محمد ندیم

سودا کر لیں

اس کے اچھلنے کا انداز دیکھ کر ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا... وہ بہت اونچا اچھلا تھا۔ کمرے کی چھت سے کچھ ہی نیچے رہ گیا ہوگا... اور دوسرے ہی لمحے کمرے کے فرش پر سیدھا کھڑا نظر آیا:

''یہ کیا جوزی۔''

''کیا آپ واقعی یہ چاہتے ہیں... میں آپ کو اپنے ہاتھ دکھاؤں۔''

''مجھے نہیں! ان لوگوں کو۔'' سر جون مسکرایا۔

''پھر سوچ لیں باس... یہ چار زندگیوں کا معاملہ ہے۔''

''سوچ لیا... تم اپنا کام کرو۔''

''لیکن ان کا قصور کیا ہے باس۔''

''جوزی تم بہت سوال کرنے لگے ہو... سنو! ان کا قصور یہ ہے کہ یہ ہمارے ہوٹل میں نادر کوبرا کے میک اپ میں آئے ہیں... کیا

یہ قصور کچھ کم ہے۔''

''باس... کسی بے گناہ کو جان سے مارتے ہوئے مجھے بہت رنج ہوتا ہے...''

''رنج کے بچے... تو میرے پاس رنج کرنے کے لیے ملازم ہے... جا... جا کر جیری سے کہہ، کمرہ نمبر3 کے مہمان کو لے آئے۔''

''جی... بہت بہتر۔'' جوزی خوف زدہ ہوگیا... اور پھر اس نے کمرے سے نکلنے میں دیر نہ لگائی۔ جلد ہی وہ ایک اور سیاہ فام کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ سیاہ فام ایک آدمی کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے کمرے میں آیا تھا... جیسے وہ اس کا بہت گہرا دوست ہو... کمرے میں داخل ہونے کے بعد جونہی ان کی نظریں اس شخص پر پڑیں... وہ چونک اٹھے، کیونکہ وہ نادر کوبرا تھا... اور اس وقت وہ اس کے میک اپ میں تھے۔

ادھر نادر کوبرا ان کی طرف دیکھ کر زور سے اچھلا:

''یہ... یہ کیا باس۔''

''باس!'' مارے حیرت کے ان چاروں کے منہ سے نکلا... کیونکہ انہیں تو یہ معلوم ہوا تھا کہ نادر کوبرا جیسے لوگ اس ہوٹل کے گاہک ہیں... لیکن اب یہ بات سامنے آئی تھی کہ ہوٹل کا مالک سرجون ان جیسے

نہ جانے کتنے لوگوں کا باس ہے ...ان کے چلا اٹھنے پر سرجون نے ان کی طرف تیز نظروں سے دیکھا :

'' کیوں کیا ہوا... کیا میں اس کا باس نہیں ہوسکتا۔''

'' پتا نہیں ۔'' انسپکٹر جمشید ہکلائے۔

'' یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں باس ...یہ کون شخص ہے ۔''

''کانگو انہیں یہاں پہنچا گیا ہے ... وہ بہت ذہین ہے ... بغیر کسی ہدایت کے ایسے کام کر لیتا ہے ... جب اس نے دیکھا نادر کوبرا کے میک اپ میں کوئی شخص اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھانے کی میز پر بیٹھ رہا ہے... تو اس نے انہیں بتایا کہ اس ہال کی سب میزیں بک ہیں۔ آپ میرے ساتھ آئیں... بس یہ کہہ کر وہ انہیں یہاں چھوڑ کر خود واپس چلا گیا ... یعنی اس نے مجھے کچھ بتانے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی... اب نادر کوبرا تم خود ان سے پوچھ لو اور اگر یہ نہ بتائیں تو یہاں ان کی خدمت کے لیے جوزی موجود ہے ... ویسے جوزی کو دیکھ کر یہ لوگ خوف زدہ ہو گئے ہیں اور انہیں خوف زدہ ہوتے دیکھ کر مجھے بہت حیرت ہوئی تھی ... شاید یہ لوگ بھی کوئی عام لوگ نہیں ہیں... خاص لوگ ہیں... کیوں دوستو ! تم لوگ عام لوگ ہو یا خاص ...'' یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا... اس کے لہجے میں گہرا طنز صاف محسوس

ہو رہا تھا :

'' آپ ہمارے بارے میں کچھ بھی اندازہ لگا لیں ، ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

'' تم نے سنا نادر۔''

''یس باس ... یہ لوگ ضرور خاص لوگ ہیں... لیکن ہمیں اس سے کیا... ہوتے رہیں... آپ تو ان سے یہ پوچھیں کہ یہ نادر کوبرا کے میک اپ میں یہاں کیوں آئے ہیں۔''

'' ہاں! یہ بات ٹھیک ہے ... مسٹر! کیا آپ بتانا پسند کریں گے... آپ کون ہیں اور نادر کوبرا کے میک اپ میں کیوں ہیں ۔''

'' ہاں کیوں نہیں... ابھی بتاتا ہوں ...''

یہ کہہ کر وہ ہاتھ جیب کی طرف لے جانے لگے :

''ارے ارے ! یہ کیا کر رہے ہیں... خبردار کچھ بتانے کے لیے آپ ہاتھ جیب کی طرف نہیں لے جاسکتے ۔''

''اس کے بغیر میں کچھ بتا نہیں سکتا ۔''

'' کیا آپ جیب میں سے کچھ نکالنا چاہتے ہیں۔'' سرجون بولا ۔

'' ہاں! لیکن وہ پستول نہیں ہے ... یا کوئی اور ہتھیار نہیں ہے ... اگر آپ کو یقین نہیں تو مسٹر کوبرا سے کہیے، میری جیب سے وہ چیز خود

نکال لے... جو میں دکھانا چاہتا ہوں۔"

" اچھی بات ہے ... نادر ... نکال لو بھئی... جو ہے اس شخص کی جیب میں۔ دیکھیں تو سہی ... وہ کیا چیز ہے۔"

کوبرا آگے بڑھا۔ اس نے ان کی جیب میں ہاتھ ڈال دیا... ہاتھ باہر آیا تو اس میں پیتل کی وہ زنجیر لٹک رہی تھی ...اس کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا:

" ارے! یہ کیا۔"

" یہ کیا کوبرے... تمہاری زنجیر اور اس شخص کے پاس ... یہ سب کیا ہے ... کون ہے یہ شخص۔"

" مم... میں... میں نہیں جانتا باس کہ میری زنجیر اس شخص کے پاس کیسے آئی۔" نادر کوبرا بوکھلا کر بولا۔

" تو پھر اس کے چہرے سے میک اپ اتار دو۔"

" آپ تکلیف نہ کریں... یہ کام میں خود کیے دیتا ہوں..." انسپکٹر جمشید مسکرائے اور پھر انہوں نے میک اپ ختم کر دیا... اب جو انہوں نے ان کا چہرہ دیکھا تو وہ اچھل پڑے:

" یہ... یہ کیا ... یہ تو انسپکٹر جمشید ہیں ... حیرت ہے ... کمال ہے۔" سر جون کے منہ سے نکلا۔

" یہ یہاں آ تو گئے ہیں باس ... جا نہیں سکیں گے۔" نادر کوبرا غرایا۔

" تم نے سنا جوزی ... نادر نے کیا کہا ہے۔"

" کیا آپ بھی یہی کہتے ہیں باس۔"

" ہاں! انسپکٹر جمشید کے یہاں آ جانے کا مطلب ہے ... ہمارا یہ ہوٹل بند... اور ہم بھی سلاخوں کے پیچھے ... لیکن بھلا ہم یہ کیوں پسند کرنے لگے ... اس سے بہتر ہے، انسپکٹر جمشید ہی اس دنیا میں نہ رہیں... تم نے سنا جوزی۔"

" بالکل سنا باس ... یہ یہاں سے زندہ واپس نہیں جائیں گے ... آپ فکر نہ کریں۔"

" اس صورت میں بھی تم لوگ نہیں بچ گے ... کیونکہ ہم لوگ جب کسی خطرناک جگہ جاتے ہیں تو بتا کر جاتے ہیں۔ میرے اسسٹنٹ کو معلوم ہے کہ میں اس وقت کہاں ہوں... اگر یقین نہیں تو ابھی اس کے منہ سے سنوا دیتا ہوں... کیوں اکرام! میں اس وقت بچوں سمیت کہاں ہوں۔" انہوں نے اپنی گھڑی کی طرف منہ کر کے کہا۔

" آپ اس وقت ہوٹل شا شا میں موجود ہیں... اور اس کے مالک و منیجر سر جون سے بات کر رہے ہیں... یہاں اس وقت اس

کمرے میں نادر کوبرا بھی موجود ہے، جس کی زنجیر آپ کو ظفران قاضی کی چھت سے ملی تھی۔"

"واہ واہ... اکرام ... اسسٹنٹ ہو تو تم جیسا... جواب نہیں تمہارا... خیر... پہلے میں ذرا ان لوگوں سے بات کر لوں... پھر ان کی خوش فہمی مزید دور کروں گا... ہاں تو دوستو! تم کیا کہتے ہو۔"

ان تینوں کے رنگ اڑ چکے تھے... آخر سر جون نے کہا:

"آپ کیا چاہتے ہیں۔"

"میں تو یہاں صرف نادر کوبرا کی تلاش میں آیا تھا... مجھے معلوم نہیں تھا کہ ان سب کے گرو تم ہو... لہٰذا اب تو تمہیں بھی گرفتار کرنا ہوگا اور ساتھ میں ہم نادر کوبرا سے یہ بھی پوچھنا چاہیں گے کہ ظفران قاضی کا کیا معاملہ ہے... اس کی زنجیر وہاں کیوں موجود تھی۔"

"میں وہاں ڈاکا ڈالنے گیا تھا... اس دوران زنجیر وہاں گری ہو گی۔" نادر کوبرا نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"تو تم سر جون کے لیے کام کرتے ہو۔"

"جی نہیں! ان کا جرائم سے کوئی تعلق نہیں... ہاں ہم اس ہوٹل میں پناہ ضرور لیتے رہے ہیں اور بس۔"

"تو پھر تم اس شخص کو باس کیوں کہہ رہے تھے۔"

"ادب اور احترام کی وجہ سے۔"

"اور مجھے تمہارے میک اپ میں دیکھ کر مسٹر سر جون کیوں پریشان ہو گئے تھے۔"

نادر کوبرا لگا ادھر ادھر دیکھنے... انہوں نے پھر کہا:

"اور مسٹر سر جون ہمیں جوزی کے ہاتھوں ٹھکانے لگانے کی بات بھی کر چکا ہے... لہٰذا ہم تم سب کو گرفتار کر رہے ہیں... ہوٹل کے سارے عملے سے پوچھ گچھ ہو گی... یہاں موجود تمام جرائم پیشہ افراد سے پوچھ گچھ ہو گی... کیا سمجھے۔"

"سودا کر لیں۔" سر جون بولا۔

"سودا... کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ کتنی رقم لیتے ہیں ہمیں چھوڑنے کے لیے..."

"اوہو... تو اب انسپکٹر جمشید کو بھی رشوت دی جائے گی... مسٹر سر جون تم نے اپنے جرم میں ایک اور جرم کا اضافہ کر لیا ہے۔"

"اگر آپ کو سودا منظور نہیں تو ہم کسی اور سے سودا کر لیں گے۔"

"کیا مطلب..." انسپکٹر جمشید زور سے چونکے۔

"مطلب بھی آپ کی سمجھ میں آجائے گا۔"

"اچھی بات ہے... اکرام... تم کہاں ہو۔"

'' ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیرا جا چکا ہے سر۔''

'' بس تو پھر اندر آ کر ان لوگوں کو گرفتار کرلو ... اور لے چلو کمرہ امتحان میں۔ ہم کچھ دیر بعد وہاں پہنچیں گے۔''

'' بہت بہتر سر۔''

'' اور ان کی کسی سے ملاقات نہ ہونے پائے۔''

'' آپ فکر نہ کریں۔''

جلد ہی اکرام اور اس کے ماتحت ان سب کو گرفتار کر چکے تھے۔ ہوٹل کو سیل کر دیا گیا ... اس کام میں چونکہ وقت لگنا تھا ... لہٰذا اکرام کی کارروائی شروع ہوتے ہی انہوں نے گھر کا رخ کیا تھا ... جونہی وہ گھر پہنچے... انہیں خان رحمان اور پروفیسر داؤد کی آواز سنائی دی ...وہ صحن میں بیٹھے چائے کے دوران باتیں کر رہے تھے ...دستک کے جواب میں خان رحمان نے دروازہ کھولا :

'' السلام علیکم ... یار جمشید معاف کرنا ہم تمہاری غیر حاضری میں آ گئے... دراصل ہمیں پتا چلا تھا کہ تم ایک عدد کیس میں الجھ گئے ہو ... ہم نے سوچا... تم نے تو ہمیں بلایا نہیں تو ہم خود کیوں نہ ساتھ چلیں۔''

'' وعلیکم السلام ... تم نے اچھا کیا خان رحمان۔''

'' صرف میں نے ہی نہیں ... پروفیسر داؤد نے بھی اچھا کیا۔''

'' وہ تو ہم آوازیں سن چکے ہیں... بہرحال خوشی ہوئی۔'' یہ کہتے ہوئے وہ اندر داخل ہوئے۔

'' اور ہم نے سنا ہے جمشید ...''

اسی وقت ان کے فون کی گھنٹی بج اٹھی ... انہوں نے دیکھا، فون اکرام کا تھا، جونہی انہوں نے موبائل آن کیا ... اکرام کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی :

'' سس... سس۔''

اور پھر فون بند ہوگیا :

☆☆☆☆☆

چوٹ ہوگئی

"ارے باپ رے ... لگتا ہے، گڑ بڑ ہوگئی۔"

یہ کہتے ہی انہوں نے اکرام کا نمبر ملایا۔ وہ بند تھا، اس کے بعد انہوں نے محمد حسین آزاد کا نمبر ملایا، وہ بھی بند تھا:

"سب کے فون بند ہیں۔ لگتا ہے، ہمیں خود ہی جانا پڑے گا ... آئیں۔"

یہ کہتے ہی انہوں نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔ جلد ہی وہ خان رحمان کی گاڑی میں ہوٹل شاشا کی طرف اڑے جا رہے تھے۔ انسپکٹر جمشید نے ہونٹ بہت سختی سے بھینچے ہوئے تھے، چہرہ سرخ تھا۔ ایسی کیفیت ان پر بہت کم طاری ہوتی تھی ... اور اس حالت میں وہ کسی سے بات کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ آخر وہ ہوٹل شاشا تک پہنچ گئے۔ ہوٹل پولیس کے گھیرے میں تھا۔ اس کے بڑے دروازے پر تالا تھا۔ انہیں گاڑی سے اترتے دیکھ کر چند ماتحت ان کی طرف آگئے:

"سب انسپکٹر اکرام کے بارے میں کیا رپورٹ ہے۔"

"سر! وہ تو مجرموں کو لے کر یہاں سے جا چکے ہیں۔"

"اوہ! وہ دفتر نہیں پہنچے ...ان کی طرف سے کوئی اطلاع بھی نہیں ملی۔"

"کک ... کیا کہہ رہے ہیں سر۔"

ایسے میں انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی ... وہ اسکرین پر اکرام کا نام دیکھ کر چونک اٹھے:

"کہاں ہو اکرام۔"

"چوٹ ہوگئی سر ... دھوئیں کا بم مارا گیا تھا ... وہ سب لوگ نکل جانے میں کامیاب ہوگئے۔"

"اوہ ... خیر کوئی بات نہیں ... تم دفتر پہنچ جاؤ ... حکم کے منتظر رہو ... ہم انہیں دیکھ لیں گے۔"

انہوں نے موبائل بند کیا ہی تھا کہ گھنٹی پھر بجی ... اس بار دوسری طرف سے جوزی کی آواز سنائی دی۔ وہ طنزیہ انداز میں کہہ رہا تھا:

"ہم نے تو سنا ہے، جناب بہت نامی گرامی سراغرساں ہیں ... آن کی آن میں مجرموں کا سراغ لگا لیتے ہیں ...اب لگا کر دکھائیں ہمارا سراغ۔"

"اچھی بات ہے ... ہم آ رہے ہیں۔"

انہوں نے کہا اور موبائل بند کر دیا ... اب انہوں نے فوری طور پر پروفیسر کی طرف دیکھا۔

"فون کر کے ان سے غلطی ہو چکی ہے ... ہم سم کی سمت کا سراغ لگا سکتے ہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں جمشید ... بہت اچھا خیال ہے ... میں ابھی سمت بتائے دیتا ہوں۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

وہ اسی وقت موبائل آفس پہنچے ... انہوں نے اس سم کا ریکارڈ حاصل کیا ... فون آنے کی سمت معلوم کی اور پھر پروفیسر داؤد نے وہ سمت اپنے آلے پر منتقل کر لی ... ساتھ ہی وہ بولے:

"چلو جمشید! یہ لوگ بھی کیا یاد کریں گے۔"

وہ جیپ میں روانہ ہوئے۔ پروفیسر داؤد کے آلے کے ذریعے وہ سب آسانی سے اس مقام تک پہنچ گئے، جہاں وہ سم موجود تھی ... یہ شہر سے کافی دور جنگل میں ایک جگہ تھی ... بلند و بالا درختوں کے درمیان گھرا ایک کھنڈر ان کے سامنے تھا:

"تو وہ اس کھنڈر میں ہیں۔" خان رحمان بڑبڑائے۔

"ضروری نہیں ... یہ ان کی چال بھی ہو سکتی ہے۔"

"اوہ!" مارے پریشانی کے ان کے منہ سے نکلا۔

"کھنڈر سے ہم پر فائرنگ بھی ہو سکتی ہے، لہٰذا ہمیں پوری احتیاط کرنا ہو گی۔"

وہ درختوں کی اوٹ لے لے کر آگے بڑھنے لگے ... ان میں سے ہر ایک ایک درخت کے پیچھے تھا ... خان رحمان سڑک کی طرف رخ کیے ہوئے تھے ... انہیں خوف تھا کہ کہیں وہ آگے بڑھتے جائیں، بڑھتے جائیں اور اتنا آگے بڑھ جائیں کہ پھر پیچھے ہٹنے کے لیے کوئی راستہ نہ بچے۔

اس طرح وہ کھنڈر تک پہنچ جائیں گے ... ابھی تک کھنڈر سے ان پر کوئی فائر نہیں ہوا تھا اور نہ وہاں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا ... ہم کسی وقت بھی اندر سے فائرنگ ہو سکتی تھی ... اس لیے وہ اندر داخل ہونے سے پہلے زبردست احتیاط کر رہے تھے۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید نے پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا اور اشاروں میں ان سے کہا:

"آپ دھوئیں کا بم کھنڈر پر پھینک ماریں ... اس طرح دھواں پھیلے گا تو ہم اندر جا ہی سکیں گے۔"

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔" انہوں نے سر ہلایا۔

دوسرے ہی لمحے ایک زوردار دھماکا ہوا اور کھنڈر سے دھوئیں کا

ایک مرغولہ سا اٹھا... پھر پورے کھنڈر کو دھوئیں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا... وہ دھواں چھٹنے کا انتظار کر رہے تھے۔ آخر خدا خدا کرے دھواں صاف ہوا:

"آؤ جمشید ...اب ان کی طرف سے فائرنگ ہونے کا کوئی امکان نہیں، کیونکہ یہ دھواں خاص قسم کا تھا ... کھنڈر میں موجود لوگ بے ہوش ہوتے سے کسی طرح رہ نہیں سکتے تھے۔" پروفیسر داؤد نے کہا اور بے دھڑک کھنڈر میں داخل ہو گئے ... ان کے پیچھے باقی سب بھی داخل ہو گئے ...انہوں نے پورے کھنڈر کی تلاشی لے ڈالی ... لیکن وہاں کوئی بھی نہیں تھا... البتہ ایک کمرے میں ایک موبائل ضرور موجود تھا... وہ اس کی طرف بڑھنے لگے تھے کہ پروفیسر پکار اٹھے:

"ایک منٹ... یہ بم بھی ہوسکتا ہے۔"

سب خوف کے عالم میں پیچھے ہٹ گئے ...اس کے بعد پروفیسر داؤد نے اپنے آلے کے ذریعے اس موبائل کو چیک کیا اور ایسا انہوں نے اس کے قریب گئے بغیر کیا ...پھر بولے:

"ٹھیک ہے ... کوئی خطرہ نہیں۔"

وہ موبائل کے نزدیک چلے آئے... اس کے نیچے ایک کاغذ دبا ہوا تھا ... انہوں نے پڑھا، اس پر لکھا تھا:

"انسپکٹر جمشید تم خود کو بہت چالاک سمجھتے ہو ... لیکن ہمارا سراغ لگاؤ تو مانیں... رہی میری زنجیر ... وہ تو میں خود ہی وہاں چھوڑ آیا تھا ... تم سے دو دو ہاتھ کرنے کا خواہش مند جو تھا ...میں عنقریب دو دو ہاتھ کرنے کا موقع فراہم کروں گا... ورنہ خود تو تم مجھ تک پہنچ نہیں سکو گے ...بس یونہی ناک ٹوئیاں مار کر رہ جاؤ گے... تمہارا اپنا۔

نادر کوبرا۔"

یہ الفاظ پڑھ کر انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا .. انہوں نے ابھی موبائل کو ہاتھ نہیں لگایا تھا ...اس پر انگلیوں کے نشانات ہو سکتے تھے ... ادھر کھنڈر میں بھی نشانات مل سکتے تھے ... اس لیے اکرام کو فون کرنا پڑا... وہ جلد ہی اپنے عملے کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔

اکرام نے بھی اس خط کو پڑھا... پھر بولا:

"اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"یہ کہ نادر کوبرا بہت اوچھا آدمی ہے اور بس ... اللہ نے چاہا تو ہم اس کا سراغ لگا لیں گے ... تم یہاں سے انگلیوں اور جوتوں وغیرہ کے نشانات اٹھا لو۔"

"آپ فکر نہ کریں۔"

اکرام اور اس کے ماتحت اپنے کام میں مصروف ہو گئے... انہیں

کچھ نشانات مل گئے ... اس پر اکرام نے کہا:

" انگلیوں کے نشانات ریکارڈ سے چیک کرانا ہوں گے سر... پھر آپ کو اطلاع دوں گا۔"

" ہوں... جوتوں کے نشانات بھی چیک کرنا ہوں گے۔"

" جی وہ بھی چیک کرلوں گا۔"

"بس تو پھر تم جاؤ... ہم تو ابھی یہاں ٹھہریں گے۔"

" اب آپ یہاں ٹھہر کر کیا کریں گے۔"

" بھئی آخر وہ لوگ یہاں تک آئے تو تھے نا... اور یہاں سے گئے بھی ہیں... کھنڈر سے سڑک تک کا جائزہ لے کر دیکھتے ہیں... شاید کوئی چیز مل جائے۔"

" اچھی بات ہے سر... ویسے آپ پسند کریں تو میں بھی پھر یہیں ٹھہر جاتا ہوں۔"

" نہیں تم جاؤ..."

" بہت بہتر سر..."

اور پھر اکرام اپنے ماتحتوں کے ساتھ چلا گیا... انہوں نے کھنڈر کی زمین کا بغور جائزہ لیا اور قدموں کے نشانات کو دیکھتے ہوئے چلنے لگے... نشانات انہیں سڑک تک لے آئے... لیکن راستے میں کوئی چیز نہ

ملی... ایک بار پھر کھنڈر میں آگئے... وہ ایک بار پھر اس کا جائزہ لینا چاہتے تھے:

" خیر کوئی بات نہیں... ایک بات طے ہوگئی۔"

" اور وہ کیا جمشید؟" پروفیسر داؤد نے ان کی طرف دیکھا۔

"یہ کہ جرم ہوا ہے... لیکن کیا جرم ہوا ہے... ہم نہیں جان سکے... وہ گھرانہ کہاں ہے... جس نے ظفران قاضی کی کوٹھی میں تقریباً ایک ماہ گزارا تھا... ان سب کی شکل صورت ظفران قاضی اور ان کے گھر والوں جیسی کیوں تھی... اگر وہ ظفران قاضی کے گم شدہ بھائی کی اولاد ہیں... تب بھی شکل صورت اس قدر ملتی جلتی تو نہیں ہوسکتی... دو سگے بھائی یا جڑواں بھائی ایک شکل صورت کے ہو سکتے ہیں... لیکن ان کی اولاد بالکل ایک جیسی شکل صورت کی نہیں ہوسکتی... کیا خیال ہے۔"

" بالکل یہی بات ہے جمشید۔" خان رحمان کی آواز سنائی دی۔

" تب پھر... وہ گھرانہ نقلی تھا... ان لوگوں نے ظفران قاضی اور ان کے گھر کے باقی افراد کا میک اپ کیا تھا... لیکن میک اپ کرنے میں غلطی تل کی ہوگئی... یعنی ظفران قاضی کے بائیں گال پر سیاہ تل موجود ہے... جب کہ نقلی کے دائیں گال پر نظر آیا تھا... اور اس وقت ہم ان نقلی لوگوں کی سازش کے جال میں ہیں۔"

”لیکن ابا جان ... سوال یہ ہے کہ۔“

”ارے باپ رے ...“ فرزانہ کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

”کیا ہوا فرزانہ ...“ انسپکٹر جمشید چونک اٹھے۔

”لگتا ہے ... ہمیں گھیرے میں لیا جا چکا ہے ... میں نے دھوئیں کی بو محسوس کی ہے ... گویا جنگل کو آگ لگائی جا رہی ہے۔“

”کیا ... نہیں۔“ وہ چلا اٹھے۔

”آؤ جلدی کرو... ہمیں سڑک کی طرف دوڑ لگانی ہے۔“

”ایک منٹ ابا جان!“ فرزانہ کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

”جلدی کہو۔“

”ہم سڑک کی طرف اندھا دھند دوڑ نہیں لگا سکتے ... اس طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ آئے گی۔“

”اوہ ... مطلب یہ کہ ہم کسی سمت میں بھی دوڑ نہیں لگا سکتے ... لیکن اکرام اور اس کے ساتھی ابھی زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے ... میں انہیں فون کرتا ہوں۔ اس وقت ہمیں ان کی مدد کی ضرورت ہے۔“

”افسوس! وہ بھی وقت پر نہیں پہنچ سکتے ... لیکن پھر بھی آپ انہیں فون کر ہی دیں۔“

انہوں نے سر ہلا دیا اور لگے اکرام کو فون کرنے ... سلسلہ ملتے ہی وہ بولے:

”اکرام ہم کھنڈر میں گھر گئے ہیں... ان لوگوں نے جنگل میں آگ لگا دی ہے۔“

”ارے باپ رے... ہم آ رہے ہیں اور فائر بریگیڈ کو فون کر رہا ہوں...“ اکرام نے فوراً کہا۔

انہوں نے فون بند کر دیا ... اور کھنڈر کے اندر رہ کر باہر کا جائزہ لیا ... اس وقت انہیں بہت حیرت ہوئی کہ کھنڈر کے چاروں طرف آگ لگ چکی تھی اور یہ بہت خوف ناک بات تھی:

”ہوا کا رخ سڑک کی طرف ہے ... اسی کے ساتھ آگ بھی سڑک کے رخ بڑھ رہی ہے، اگر ہم سڑک کی طرف دوڑ لگاتے ہیں تو آگ کا گویا دریا عبور کرنا ہوگا ... اور اگر سڑک کے مخالف سمت میں دوڑتے ہیں تو کم وقت میں آگ سے گزرنا ہوگا ... لہٰذا بسم اللہ کرتے ہیں... کچھ اور دیر رکے رہے تو پھر نکلنا ناممکن ہو جائے گا ... اور میرا خیال ہے ... ہمارے دشمن کو امید یہ ہوگی... کہ ہم سوچے سمجھے بغیر سڑک کا رخ کریں گے۔“

”تو ٹھیک ہے ... نکل چلتے ہیں... آگ اور پھیل گئی تو پھر نکلنا

واقعی مشکل ہو جائے گا۔'' محمود نے فوراً کہا۔

'' آئیں... پروفیسر صاحب آپ دوڑ لگا لیں گے۔''

'' ہاں بھئی... اب میں اتنا بھی بوڑھا نہیں... ہاں اتنا تیز نہیں دوڑ سکوں گا جتنا تم لوگ۔''

'' چلیے خیر... دیکھا جائے گا۔''

اور پھر انہوں نے سڑک کے مخالف سمت میں دوڑ لگا دی... سامنے سے کوئی گولی نہ آئی... وہ بچتے... لوٹ لگاتے، ایک دوسرے کی مدد کرتے اور کئی جگہ پر آگ کی لپیٹوں سے بچنے کے لیے چھلانگیں لگاتے آگے بڑھتے رہے... یہاں تک کہ آگ کا دریا عبور کر گئے۔ انہیں اس طرح دوڑنا پڑا تھا کہ آگ سے نکلتے ہی بے دم ہو کر لیٹ گئے اور زور زور سے سانس لینے لگے... دشمن کا دور دور تک پتا نہیں تھا... ظاہر ہے وہ سڑک کی طرف موجود تھا... اور اس طرف اکرام ان کے استقبال کے لیے پہنچنے والا تھا۔

'' ہمارا دشمن چاہتا ہے کہ ہم اس دنیا میں نہ رہیں... گویا وہ خوف زدہ ہوگیا ہے کہ ہم اس کا سراغ لگالیں گے... اور ہم اس کے خوف سے فائدہ اٹھائیں گے۔''

'' کیا فرمایا آپ نے... اس کے خوف سے فائدہ اٹھائیں گے۔''

'' ہاں! خوف زدہ آدمی غلطی ضرور کرتا ہے۔'' وہ مسکرائے۔

'' چلیے پھر دعا کرتے ہیں کہ وہ غلطی کرے... تاکہ ہمارا کام بن جائے۔'' فاروق بولا۔ وہ مسکرادیے... اور پھر کچھ دیر بعد انہیں سڑک کی طرف گولیاں چلنے کی آواز سنائی دی۔

'' لو بھئی... جنگ شروع ہوگئی... ہمارے بجائے ان لوگوں کو اکرام اور اس کے ماتحتوں سے ٹکرانا پڑ گیا... اب اگر کوئی دشمن ہاتھ آجاتا ہے، تو مزہ آجائے گا...''

پھر انہوں نے درختوں کی اوٹ لے لی... جنگل کے اس طرف آس پاس کا جائزہ پہلے ہی لے چکے تھے... آدھ گھنٹے بعد گولیوں کی آواز بالکل رک گئی... اس کے بعد انھیں اکرام کی آواز سنائی دی:

'' سر! آپ کہاں ہیں۔''

'' کیا رہا اکرام۔''

'' وہ بھاگ گئے۔''

'' اس کا مطلب ہے... ہم ان میں سے کسی کو زخمی کر سکے نہ گرفتار کر سکے۔''

'' خیر ایسی بھی بات نہیں سر... ایک شکار تو ہم نے مار ہی لیا ہے۔''

”بھئی واہ ... بہت خوب۔“

”لیکن یہ زخمی ہے سر اور بے ہوش ہے۔“

”ٹھیک ہے ... ہم چکر کاٹ کر سڑک پر آ رہے ہیں... ہمیں دیر لگ جائے گی۔ اس لیے تم اسے لے کر روانہ ہو جاؤ ... یہ ہمارے لیے بہت اہم ہے۔“

”ٹھیک ہے ... ہسپتال آئیں گے یا گھر۔“

”نہیں... ہم ہسپتال آ رہے ہیں۔“

”جی اچھا۔“

انہیں آگ سے بچ کر سڑک تک آنے کے لیے ایک بہت لمبا چکر کاٹنا پڑا... اکرام ان کی گاڑی کو سڑک کے دوسری طرف اتار لے گیا تھا... ورنہ وہ بھی آگ کی لپیٹ میں آ سکتی تھی۔

وہ ہسپتال پہنچے تو اکرام لپک کر ان کی طرف آیا:

”سر! ڈاکٹر حضرات نے اس کی مرہم پٹی تو کر دی ہے ... لیکن اسے ابھی تک ہوش میں نہیں لا سکے۔“

”ہمیں اس تک لے چلو اکرام ... ویسے وہ ہے کون ... تم پہچانتے ہو اسے۔“

”نہیں سر ... پہلی بار دیکھا ہے۔“

”ہوں...“

وہ زخمی کے کمرے میں داخل ہوئے... اس کے جسم سے خون کافی بہہ گیا تھا... اسے خون دیا جا رہا تھا:

”کیا خیال ہے... یہ بچ جائے گا یا نہیں...“

”کچھ نہیں کہا جا سکتا سر... لیکن ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں۔“

”شکریہ ڈاکٹر صاحب۔“

وہ بہت دیر تک وہاں رکے رہے ... آخر ڈاکٹر نے آ کر بتایا:

”اس کے صبح سے پہلے ہوش میں آنے کے کوئی امکانات نہیں۔“

”اوہ۔“ ان کے منہ سے نکلا ... پھر وہ اکرام کی طرف مڑے:

”اکرام! اس پر چند ہوشیار ماتحت مقرر کر دو... وہ رات بھر پہرہ دیں گے۔“

”ٹھیک ہے۔“

دوسرے دن وہ صبح سویرے ہسپتال پہنچ گئے ... اکرام کے ماتحت نے انہیں بتایا:

”وہ تمام رات بے ہوش رہا ہے ...اس وقت ڈاکٹر صاحبان اسے چیک کر رہے ہیں۔“

''اوہ اچھا۔''

پھر وہ اس کے کمرے میں داخل ہو گئے... عین اس لمحے فرزانہ بہت زور سے اچھلی:

☆☆☆☆☆

تل والی بات

زخمی کو اسی وقت ہوش آ گیا تھا... پہلے تو اس کی آنکھوں میں تکلیف کے آثار نظر آئے تھے... پھر تکلیف کی جگہ خوف نے لے لی تھی... اور اس وقت اس کی نظریں دروازے کی طرف تھیں۔ فرزانہ نے فوراً دروازے کی طرف دیکھا... وہاں ڈاکٹر کے لباس میں ایک شخص موجود تھا... اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی... زخمی کو ہوش میں آتے دیکھ کر وہ فوراً آگے بڑھا تھا... اس کے چہرے پر ڈاکٹروں والی مسکراہٹ تھی:

''ان کے انجکشن کا وقت ہو گیا ہے... آپ ذرا ایک طرف ہو جائیں۔'' اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

یہ سنتے ہی زخمی اور زیادہ خوف زدہ ہو گیا... اس نے انکار کے انداز میں زور سے سر ہلایا:

''مریض انجکشن نہیں لگوانا چاہتا۔'' فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

'' انجکشن تو بہت زیادہ ضروری ہے ان کے لیے ... ورنہ یہ بچ نہیں سکیں گے۔''

'' آپ دیکھ نہیں رہے ... ان کے چہرے پر کس قدر خوف ہے۔''

''تو کیا ہوا ... زخمی ہونے والے تو خوف زدہ ہوا ہی کرتے ہیں۔'' ڈاکٹر نے منہ بنایا۔

'' آپ کے ساتھ کوئی نرس کیوں نہیں آئی۔''

'' نرس کو اچانک چھٹی پر جانا پڑا ہے۔'' وہ جھلا کر بولا۔

باقی لوگ دلچسپ انداز میں ان کی بات چیت سن رہے تھے اور مسکرا بھی رہے تھے ... پھر ڈاکٹر نے جلدی سے ایک قدم آگے بڑھا لیا تو فرزانہ اس کے راستے میں آ گئی:

'' ہم آپ کو یہ انجکشن نہیں لگانے دیں گے۔''

'' کیا مطلب ؟'' ڈاکٹر چلا اٹھا۔

'' آپ ضرور نقلی ڈاکٹر ہیں۔''

اسے زبردست جھٹکا لگا ... دوسرے ہی لمحے وہ بھڑک کر بھاگا... لیکن اس کا راستہ روکنے کے لیے محمود پہلے ہی تیار کھڑا تھا... اس نے بس اتنا کیا کہ اپنی ٹانگ آگے کر دی ... جب کہ نقلی ڈاکٹر اندھا دھند انداز میں دوڑ پڑا تھا... وہ ٹانگ سے بچنے کی کوشش کر ہی

نہیں سکتا تھا، نتیجہ یہ کہ اوندھے منہ گرا ... انہوں نے اسے پکڑنے کی کوشش نہیں کی، اپنی جگہ کھڑے رہے ... اتنے میں وہ اٹھا اور پھر اس کے ہاتھ میں پستول نظر آیا:

'' تم لوگ یوں نہیں مانو گے۔'' وہ غرایا۔

''تو اب آپ اپنا نقلی پن اس پستول سے ثابت کریں گے۔'' فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

'' میں تم لوگوں کو بھون ڈالوں گا۔''

''ارے باپ رے ... ایسا بھی کیا۔''

اچانک اس نے ایک فائر محمود پر جھونک مارا... محمود چیخ کر اچھلا اور دھم سے گرا۔ ساتھ ہی لڑھک گیا ... اور اس کی لات اس کے پستول والے ہاتھ پر لگی ... پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا:

'' بہت خوب محمود... شان دار'' انسپکٹر جمشید نے اس کی تعریف کی۔

'' شکریہ ابا جان۔''

'' بس دوست! اب خود کو قانون کے حوالے کر دو ... اور یہ اچھا ہوا... ایک کی بجائے دو ہمارے ہاتھ آ گئے... '' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آپ کا مطلب ہے ... چپڑی اور دو دو ۔" فاروق بولا ۔

"تو یہ ہے ... بلی کو چھیچھڑوں کے خواب ۔"

"اس میں بلی اور چھیچھڑوں کے خواب کہاں سے آ گئے ۔"

"چپڑی اور دو دو سے ۔"

"ادھر ادھر کی نہ ہانکو ... اسے قابو کر لو ۔"

ایسے میں دو فائر ہوئے ...دو چیخیں بلند ہوئیں... انسپکٹر جمشید نے باہر کی طرف چھلانگ لگادی ... کیونکہ انہوں نے قاتل کو فائر کرتے ہی بھاگتے ہوئے دیکھ لیا تھا ... کمرے سے باہر گرتے ہی وہ اس سمت میں دوڑ پڑے ... جس سمت میں قاتل گیا تھا ... انہوں نے اسے سرخ رنگ کی ایک کار میں جاتے دیکھا ... وہ حیرت زدہ رہ گئے ... کیونکہ اس قدر جلد اس کا کار تک پہنچنا حیران کن تھا ... انہوں نے بھی پوری رفتار سے اس کے پیچھے دوڑ لگا دی ... لیکن سرخ کار روانہ ہو چکی تھی ... انہوں نے اس کی سمت کو دیکھتے ہوئے کار پارک کی طرف دوڑ لگادی ...وہ کار پارک سے نکلے تو ابھی ان کا کوئی ساتھی وہاں تک نہیں پہنچا تھا ... البتہ وہ دوڑتے ہوئے آتے نظر ضرور آ رہے تھے ... وہ ان کے انتظار میں رک نہیں سکتے تھے ... چنانچہ اپنی گاڑی پوری رفتار پر چھوڑ دی... وہ آندھی اور طوفان کی طرح سرخ کار کے تعاقب میں روانہ ہو

گئے... سرخ کار ان کی نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی ... تاہم انہیں یقین تھا کہ وہ اسے جا لیں گے ... کیونکہ یہ سڑک بالکل سیدھی اور صاف تھی ۔ اس پر ٹریفک بہت کم ہوتا تھا اور دوسرے شہر کو جاتی تھی ۔

پندرہ منٹ کی مسلسل ڈرائیونگ کے بعد وہ شہر سے باہر نکل چکے تھے...پھر ان کی حیرت بڑھ گئی جب انہوں نے سرخ کار کو ایک جگہ کھڑے دیکھا ... انہوں نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں... ان حالات میں انہوں نے خطرہ محسوس کیا ... یہ شاید ان کے لیے جال تھا... لیکن اب وہ کر ہی کیا سکتے تھے۔ سرخ کار وہاں موجود تھی ... اب ظاہر ہے ... قاتل اسی کار پر یہاں تک آیا تھا اور کار سے اتر کر ادھر ادھر چھپ گیا تھا ... شاید اس نے محسوس کر لیا تھا کہ کار کی دوڑ میں وہ جیت نہیں سکے گا ... یا پھر اس نے کچھ اور سوچا ہو گا۔

کار سے اترنے سے پہلے انہوں نے چاروں طرف کا جائزہ لیا... اس وقت تو وہ کار کے اندر تھے ... دشمن کی گولی سے بچ سکتے تھے ... لیکن باہر آنے پر تو کسی بھی سمت سے گولی آ سکتی تھی ... انہوں نے اپنا پستول بھی ہاتھ میں لے لیا ... اس میں پوری گولیاں موجود تھیں... یہی نہیں... ان کے پاس ایک خنجر اور ایک اور پستول بھی تھا۔

انہوں نے کار کا دروازہ تھوڑا سا کھولا اور جھکے جھکے اس سے باہر

نکل آئے... پہلے تو انہوں نے ایک فائر سرخ کار کے ٹائر پر کیا... اب کم از کم قاتل سرخ کار میں فرار نہیں ہو سکتا تھا۔

ٹائر ایک دھماکے سے پھٹا... اسی وقت وہ سڑک پر آ گئے... لیکن وہ اٹھے نہیں تھے... گھٹنوں کے بل بیٹھے بیٹھے مڑے تھے... اچانک انہوں نے سائیں کی آواز سنی... وہ سڑک کے ساتھ لگ گئے... کیونکہ دشمن نے فائر کیا تھا... اور اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس کی نظروں میں تھے... اور یہ بات حد درجے خطرناک تھی، کیونکہ انہیں اس کی پوزیشن کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔ گولی ان کے سر کے اوپر سے گزری تھی... کم از کم اس گولی کی وجہ سے انہیں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ قاتل کس سمت میں ہے... اس کی طرف رخ کرتے ہوئے وہ سوچ رہے تھے کہ اس وقت ان کے ساتھی بھی آ جائیں تو وہ قاتل کو گھیر سکتے ہیں، ورنہ اس کے نکل جانے کا امکان زیادہ تھا... انہوں نے فائر کی سمت کا درست اندازہ لگانے کے لیے اپنی کار کی اوٹ لیتے ہوئے اپنی کیپ انگلی پر رکھ کر اوپر اٹھائی... فوراً ہی ایک فائر ہوا اور ان کی کیپ اڑ گئی... ساتھ ہی انہوں نے بھی فائر جھونک مارا۔ ان کی گولی ایک درخت میں پیوست ہو گئی۔ ادھر انہوں نے جان لیا تھا کہ دشمن اس درخت کے پیچھے ہے... اب انہیں رینگ کر اور چکر کاٹ کر اس درخت

کے دوسری طرف جانا تھا... ایسا کرنا ان کی مجبوری تھی... ورنہ وہ دشمن کی نظروں میں آ جاتے... وہ مسلسل رینگتے رہے... یہاں تک کہ اپنے اندازے کے مطابق اس درخت کے دوسری طرف پہنچ گئے... لیکن وہاں کوئی نہیں تھا... البتہ جوتوں کے نشانات وہاں ضرور موجود تھے۔

"افسوس!" ان کے منہ سے مارے گھبراہٹ کے نکلا۔

اسی وقت انہوں نے اپنے ساتھیوں کو آتے دیکھا... وہ بھی فوراً سڑک پر پہنچ گئے... دراصل یہ جنگل بہت گھنا تھا... اس میں چھپا ہوا دشمن بہت خطرناک ثابت ہو سکتا تھا... اور وہ ایک بار پھر کسی درخت کے پیچھے اوٹ لے چکا تھا۔

انہیں دیکھ کر سب لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا:

"اللہ کا شکر ہے... آپ خیریت سے ہیں۔"

"نقلی ڈاکٹر اور زخمی تو دم توڑ چکے ہوں گے... قاتل کی گولیاں ٹھیک نشانے پر لگی تھیں۔"

"اندازہ یہی ہے... ہم نے تو بس وہاں سے دوڑ لگا دی تھی۔"

"ہوں... ادھر میں بھی قاتل کو نہیں پکڑ سکا... وہ اس جنگل میں چھپ گیا ہے اور شاید ہم اسے تلاش نہیں کر سکیں گے... جنگل بہت ل اور گھنا ہے... وہ درختوں کے درمیان سے نکلتا نہ جانے کہاں جا

پہنچے ... میرا خیال ہے، اس کی تلاش فضول ہے ... لیکن اس کی کار ہمارے لیے کام کی چیز ثابت ہو سکتی ہے ... اس پر اس کی انگلیوں کے نشانات ضرور ملیں گے۔''

انہوں نے سر ہلا دیے۔ پھر اکرام کو وہاں بلایا گیا ... اس کے ماتحتوں نے انگلیوں کے نشانات اٹھا لیے ... کار کی تلاشی بھی لی گئی ... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے اکرام سے کہا:

'' اس کار پر پائے جانے والے نشانات کو ریکارڈ میں چیک کرا لو اکرام... شاید ہم جان سکیں کہ فرار ہو جانے والے اس شخص کا کیا نام ہے۔''

'' ٹھیک ہے سر ... آپ فکر نہ کریں۔''

اور پھر وہ وہاں سے واپس روانہ ہوئے ... دوسرے دن اکرام کا پیغام ملا، وہ کہہ رہا تھا:

'' سر! نشانات سے معلوم ہو گیا ہے ... قاتل کا نام بہزاد مونا ہے۔''

'' اس کے بارے میں کیا معلومات ہیں ہمارے پاس۔''

'' بس ... صرف یہ کہ اس کا ٹھکانہ ہوٹل شاشا ہے ... اور کسی زمانے میں یہ ڈاکے ڈالا کرتا تھا ... گرفتار ہوا، سزا ہوئی ... سزا کے

بعد اب پہلی بار اس کی کارروائی سامنے آئی ہے۔''

'' ہوٹل شاشا کو تو ہم نے سیل کر دیا ہے ...''

'' جی ہاں! ظاہر ہے ... اب اس نے اسی قسم کے کسی اور ٹھکانے میں پناہ لے لی ہوگی ... مطلب یہ کہ اس کی تلاش آسان کام نہیں۔''

''خیر کوئی بات نہیں... اب ہم اس کیس پر دوسرے طریقے سے کام کریں گے۔''

'' اور دوسرا طریقہ کیا ہوگا ابا جان۔''

'' یہ کیس ندیم اختر سے شروع ہوا تھا ... ہم بھی اسے وہیں سے شروع کریں گے۔''

'' لگتا ہے ... ناکامی آڑے آئے گی۔''

'' اللہ مالک ہے ... دیکھا جائے گا، آؤ چلیں ... ذرا ندیم اختر سے ایک ملاقات ہو جائے۔''

'' تو اسے ہم دفتر کیوں نہ بلا لیں۔''

'' اس طرح وہ بلاوجہ خوف زدہ ہو جائے گا ... ہم خود اس کے ہاں جائیں گے اور سوالات کریں گے۔''

'' جیسے آپ کی مرضی۔''

وہ اسی وقت دکان پر پہنچ گئے، جس پر ندیم اختر کام کرتا تھا

وہ انہیں دیکھ کر حیرت زدہ سا رہ گیا:

"ہم آپ سے کچھ باتیں پوچھنا چاہتے ہیں... آپ گاڑی میں آ جائیں۔"

اس نے دکان کے مالک کی طرف دیکھا، جیسے کہہ رہا ہو... ان سے بات کریں:

"اچھی بات ہے۔"

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید دکان کے مالک کی طرف چلے گئے۔ انہوں نے اس پر ایک نظر ڈالی، پھر بولے:

"ہمیں آپ کی دکان پر کام کرنے والے نوجوان ندیم اختر سے ایک کیس کے سلسلے میں کچھ سوالات کرنے ہیں... ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے..."

"ضرور کریں سر۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"ہم انہیں اپنی گاڑی میں بٹھا رہے ہیں... آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔"

"نہیں سر۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"آئیے ندیم اختر صاحب۔" انہوں نے اس کے کندھے پر پیار بھرے انداز میں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

وہ سب خان رحمان کی بڑی گاڑی میں آ کر اس طرح آمنے سامنے بیٹھ گئے جیسے کسی ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوں:

"دیکھیے ندیم اختر صاحب! اس کیس کا سلسلہ آپ سے شروع ہوا تھا... آپ نے وہاں کام کیا... گھر کے افراد نے آپ سے کہا کہ اپنی اجرت کل آ کر لے جائیں۔ دوسرے دن جب آپ وہاں پہنچے تو گھر بند تھا، پڑوسی نے آپ کو کہا کہ ایک ہفتے بعد آ کر پتہ کرلیں... ایک ہفتے بعد آپ گئے تو آپ نے کوئی تبدیلی محسوس کی اور اس تبدیلی نے آپ کو حیرت زدہ کر دیا... ایک ہفتے پہلے جب آپ نے وہاں جا کر کام کیا تھا تو ظفران قاضی کے دائیں گال پر آپ کو تل نظر آیا تھا... لیکن ایک ہفتے بعد جب آپ بل لینے گئے تو تل آپ کو بائیں گال پر نظر آیا... اس بات نے آپ کو حیرت میں ڈال دیا اور آپ نے محسوس کیا کہ کوئی گڑبڑ ہے... بات اسی طرح ہے نا۔"

"جی... جی ہاں۔" وہ فوراً بولا۔

"تو پھر سن لیں... وہاں واقعی کوئی بڑی گڑبڑ ہوئی ہے... یہ لوگ ایک ماہ کے لیے کسی تفریحی مقام پر گئے ہوئے تھے... واپس آئے تو آپ ان سے بل لینے پہنچ گئے... اس وقت انہوں نے کہا کہ آپ سے کوئی مرمت نہیں کرائی... یہ سن کر آپ کو بہت حیرت ہوئی... اور آپ

"خوشی سے یا فکر سے۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"فکر اور پریشانی سے ... خوشی کی بات تو بعد میں آئے گی۔"

"لیکن کس بات کی فکر اور پریشانی۔"

"اس بات کی کہ کہیں آپ نے یہ بات مذاق میں تو نہیں کہہ دی... مجھ سے کام لینے کے لیے اور مجھے خوش کرنے کے لیے۔"

"ایسی کوئی بات بھی نہیں... اچھا آپ اپنی ملازمت پکی سمجھیں۔"

"م... مجھے یقین نہیں آ رہا۔"

"اللہ پر بھروسہ رکھیں۔"

"اوہ ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

"آئیے... میں آپ کے استاد سے بات کرتا ہوں۔"

"لیکن ابھی آپ انہیں نہ بتائیں۔"

"فکر نہ کریں... انہیں ابھی نہیں بتاؤں گا... وہ بھی آپ کے اطمینان کے لیے۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا اور دکان میں داخل ہو گئے... انہوں نے دکان کے مالک سے کہا:

"ہم آپ کے ملازم کو ساتھ لے جا رہے ہیں... ایک جرم ہوا ہے... اس کا سراغ لگانے کے سلسلے میں ہمیں ندیم اختر کی ضرورت

ہے... آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔"

"جی... جی نہیں۔" اس نے جلدی سے کہا۔

اور پھر وہ اس کے ساتھ روانہ ہوئے... ظفران قاضی نے حیران ہو کر ان کا استقبال کیا، جیسے کہہ رہے ہوں:

"حیرت ہے، آپ اتنی جلدی پھر آ گئے۔"

"جب ہم کوئی کیس شروع کرتے ہیں تو پھر ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور جب تک وہ حل نہیں ہو جاتا، اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے۔ اس وقت ہماری آمد کا مقصد یہ ہے کہ آپ کی غیر حاضری میں جن لوگوں نے یہاں تقریباً ایک ماہ گزارا... ان لوگوں کے مقابلے میں آپ لوگوں کی کیا حرکات و سکنات ہیں... یہ ہمارے ساتھ ندیم اختر موجود ہیں۔ انہوں نے آپ کو بھی دیکھا ہے اور ان لوگوں کو بھی... یہ غور کر کے بتائیں گے کہ آپ لوگوں میں اور ان لوگوں میں کیا کیا فرق ہیں۔ شاید اس طرح ہم ان لوگوں کا سراغ لگا لیں۔"

"جو آپ کرنا چاہیں کریں... کوئی اعتراض نہیں۔"

"ٹھیک ہے... ہم ندیم اختر صاحب کی موجودگی میں آپ سب سے باری باری پوچھ گچھ کریں گے اور یہ جو نتیجہ نکالیں گے، اس سے ہمیں خبردار کریں گے..."

" ٹھیک ہے ... شروع کریں ۔"

" پہل ہم آپ ہی سے کیے دیتے ہیں... ندیم اختر صاحب! آپ ان کے باتیں کرنے کا اندازنوٹ کریں ... آواز پر غور کریں... اور بھی جو فرق آپ کومحسوس ہو نوٹ کریں ۔"

"جی اچھا !" ندیم نے کہا اور لگا ان کی طرف دیکھنے ...اچانک اس کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا :

"اوہ !یہ کیا ۔"

☆☆☆☆☆

انگلی

انہوں نے چونک کر ندیم اختر کی طرف دیکھا :

" کیا ہوا ۔" انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔

" ایک حیرت انگیز فرق ... ابھی ابھی یہ بات یاد آئی ہے... ب میں یہاں مرمت کے لیے آیا تھا تو جن صاحب نے اپنا نام قاضی ران بتایا تھا... ان کی شکل صورت بے شک بالکل ان جیسی تھی، ن..." وہ کہتے کہتے رک گیا۔

" لیکن کیا ..." مارے بے چینی کے فرزانہ بول اٹھی ۔

" لیکن ... ان کی آنکھوں کا رنگ اتنا سیاہ نہیں تھا جتنا کہ ان کی وں کا ہے ... خیر یہ بات بھی اس قدر چونکا دینے والی نہیں ... بات پر اس وقت میں چلایا ہوں... وہ یہ ہے کہ اس کے بائیں ی چھوٹی انگلی سرے پر سے ہاتھ کی پشت کی طرف مڑی ہوئی تھی ب کہ ان کے بائیں ہاتھ کی انگلی بالکل سیدھی ہے ۔"

نے ہمیں اطلاع دے دی...اس طرح ہم کیس میں شامل ہو گئے ... آپ نے ان دونوں گھرانوں کو دیکھا ہے ، اصلی کو بھی اور نقلی کو بھی ...لہٰذا ہم یہ کیس آپ کی مدد کے بغیر حل نہیں کر سکیں گے...''

''میں حاضر ہوں...مجھے کیا کرنا ہوگا۔'' ندیم اختر نے پر جوش لہجے میں کہا۔

''ہم ابھی ظفران قاضی کے ہاں جا رہے ہیں...وہاں ان سب سے دو باتیں کریں گے ...آپ بس خاموشی سے یہ جائزہ لیتے رہیں گے کہ جن لوگوں نے آپ سے مرمت کرائی تھی ، یہ وہی لوگ ہیں یا دوسرے ...اگر یہ دوسرے ہیں تو پہلے والوں میں اور ان میں کیا فرق ہے ...بلکہ آپ نوٹ کریں کہ کیا کیا فرق ہے ... ہم ان سے بات چیت جاری رکھیں گے اور آپ خاموشی سے فرق نوٹ کرتے رہیں گے۔''

'' بہت بہتر ! میرا خیال ہے ، میں یہ کام بخوبی کر سکوں گا ، کیونکہ میری یادداشت بہت تیز ہے۔ ایک بار جو چیز دیکھ لیتا ہوں... اسے بھولتا نہیں... اسی لیے تو تل والی بات یاد رہ گئی۔''

'' بالکل ٹھیک ہے ... ہمارا بھی یہی اندازہ ہے کہ آپ ہمارے کام آسکیں گے ...ویسے آپ کو آپ کا استاد کتنی تنخواہ دیتا ہے ۔''

'' جی... دو ہزارروپے ماہوار۔''

'کیا کہا ... دو ہزار روپے ماہوار ... اتنی کم تنخواہ آج کے دور میں۔''

'' ہر طرف یہی حال ہے صاحب... اس دکان کو چھوڑ کر کہیں اور جاتا ہوں تو شاید دو ہزار بھی نہیں ملیں گے۔''

''ہوں...ویسے ندیم اختر صاحب !آپ کو محکمہ سراغرسانی میں ہونا چاہیے ... ایسی تیز یادداشت والا انسان ایسے محکمے میں خوب کارگر ثابت ہوتا ہے ...اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو اپنے محکمے میں ملازمت دلوا سکتا ہوں... پڑھے لکھے تو ہوں گے نا آپ ۔''

'' جی میں نے ایف اے کیا تھا۔''

'' ایف اے والے کو ملازمت مل سکتی ہے اور تنخواہ بھی آپ کی کم از کم پندرہ ہزار ہو گی ۔''

'' کیا!!!''وہ چلا اٹھا ... شاید اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔

'' خیر... پہلے ہم اپنا کام مکمل کر لیں... اس سلسلے میں پھر بات ہو گی۔''

'' مجھے تو اب نیند بھی نہیں آئے گی جناب !''

'' اور میرا خیال ہے ... اکرام ایک ایسے شخص کو جانتا ہے ... جس کے بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی ہاتھ کی پشت کی طرف سرے پر سے مڑی ہوئی تھی۔'' انسپکٹر جمشید پر جوش لہجے میں بولے۔

'' کیا!!!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

'' جی ہاں! یہ بات مجھے بہت اچھی طرح یاد آگئی ہے۔''

'' یہ بہت اہم بات ہے ... یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ لوگ نقلی تھے ... تو انہوں نے مرمت کے لیے یہاں کسی کو بلانے کی غلطی کیوں کی تھی ... اور اس سے بھی بڑی غلطی یہ کیوں کی تھی کہ ساتھ ہی آپ کو بل دے کر فارغ نہیں کیا ... اگر آپ کو اسی وقت بل دے دیا جاتا تو آپ کو دوسرے دن نہ آنا پڑتا ... اس طرح آپ لوگوں نے بل دینے سے انکار کیا، یہ کہہ کر کہ آپ لوگوں نے کوئی کام نہیں کرایا تو بل کس چیز کا دیں ... اس کیس میں یہ عجیب ترین سوال ہے جس کا ہمارے پاس فی الحال کوئی جواب نہیں... ویسے ندیم صاحب ... یہاں بجلی کے نظام میں خرابی کیا ہوگئی تھی۔''

'' لائٹ بالکل آف ہوگئی تھی اور ان لوگوں کو نقص کوئی سمجھ نہیں آرہا تھا۔ فیوز وغیرہ انہوں نے خود چیک کر لیے تھے۔''

''اور وہ خرابی کیا تھی جو آپ نے آکر درست کی۔''

'' مین سوئچ میں دو ننگے تار آپس میں ٹکرا گئے تھے... وائرنگ کے وقت جن لوگوں نے یہ کام کیا تھا... ان سے غلطی ہوگئی تھی ... اس وقت تو تاروں کے درمیان قدرے فاصلہ تھا ... لیکن بعد میں تار آپس میں مل گئے۔ اور لائٹ آف ہوگئی ... اب یہ نقص وہ خود نہ دور کر سکے... اس لیے مجبوراً ہماری دکان پر آنا پڑا۔

''تو ان میں سے کوئی خود دکان پر آیا تھا۔'' مارے حیرت کے انسپکٹر جمشید بولے۔

''جی ہاں ... ان کی شکل صورت کے آدمی ہی آئے تھے دکان پر۔''

'' اس کی وجہ ہے ... پڑوسیوں کی بچی سے انہوں نے کہا تھا کہ ان کا باہر کا پروگرام کینسل ہوگیا ہے ...اس لیے وہ پروگرام درمیان میں چھوڑ کر واپس آگئے ہیں ... ان حالات میں نقلی لوگوں کو خود جانے کی ضرورت نہیں تھی۔''

''ہوں... یہی بات ہے ... اور اب بات سامنے آئی ہے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی ہاتھ کی پشت کی طرف سرے پر سے مڑی ہوئی ہو...اس طرح ہمیں ایک بار پھر اکرام کی ضرورت پڑ گئی ہے اور اگر وہ کسی ایسے شخص کو جانتا ہے تو مزہ آجائے گا۔''

"اللہ کرے وہ آ جائے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"کک... کون؟" فرزانہ بے خیالی کے عالم میں بولی۔

"حمزہ... اور کون؟" فاروق نے اسے گھورا۔

"دھت تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

ادھر انسپکٹر جمشید نے اکرام کو فون کیا... اس کی آواز سن کر بولے:

"اکرام! یہ کیس ہمیں ایک اور نئے موڑ پر لے آیا ہے۔"

"اور وہ کیا سر؟"

"جس شخص نے قاضی ظفران کا میک اپ کیا تھا... اس کے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی ہاتھ کی پشت کی طرف سرے پر سے مڑی ہوئی تھی۔"

"نن نہیں۔" مارے حیرت کے اکرام کے منہ سے نکلا۔

"تو تم ایسے کسی شخص کو جانتے ہیں۔"

"بہت اچھی طرح سر... میں ایک کام سے آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں وہیں آ کر بتاتا ہوں... کیا آپ اس وقت ظفران قاضی کے ہاں ہیں۔"

"ہاں اکرام... یہیں آ جاؤ۔"

یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔

"کیا اب آپ ندیم اختر سے کچھ اور نہیں جاننا چاہیں گے۔" ظفران قاضی نے کہا۔

"اکرام کے آنے تک کام جاری رکھنا چاہئے... ہاں ندیم صاحب... کیا اس شخص کی آواز بھی ایسی تھی جیسی ان کی ہے۔"

"بالکل ایسی تو نہیں تھی... لیکن ان جیسی ضرور تھی اور لگتا ہے شخص نے آواز کی نقل کرنے کی کافی کوشش کی تھی... کیونکہ عام آدمی یہ فرق محسوس نہیں کر سکتا تھا... البتہ میں محسوس کر سکتا ہوں۔" ندیم نے کہا۔

"یہ بھی اچھی بات ہے... کیا اس کا قد بھی ان جتنا ہے۔"

"قاضی صاحب! آپ ذرا کھڑے ہو جائیں۔"

ظفران قاضی کھڑے ہو گئے... اس نے غور سے ان کے قد کا جائزہ لیا، پھر بولا:

"قد تقریباً اتنا ہی تھا... آپ ذرا چل کر دکھائیں۔"

ظفران قاضی نے چل کر دکھایا تو وہ بول اٹھا:

"چال میں واضح فرق تھا... وہ دائیں ٹانگ پر زور دے کر چلتا

"یہ ایک اور بات معلوم ہوگئی ... اب اگر مڑی ہوئی انگلی والے شخص کی چال بھی وہی ہو جو ندیم اختر نے بتائی ہے تو ہمیں اس کیس کی کامیابی کا سہرا ندیم اختر کے سر پر باندھنا ہوگا۔"

"جج ... جی کیا مطلب ... سہرا۔" ندیم اختر نے بوکھلا کر کہا۔

"گھبرانے اور بوکھلانے کا کوئی فائدہ نہیں ... ان سہروں سے ہمارا واسطہ پڑتا ہی رہتا ہے ... اس بار آپ کے سر پر سہی۔"

"میں ... میں سمجھا نہیں۔"

عین اسی وقت اکرام نے گھنٹی بجائی ... محمود دوڑ کر گیا اور اسے اندر لے آیا:

"اچھا ہوا اکرام ... تم خود آگئے ... ہمیں ایک اور بات معلوم ہوئی ہے ... اور وہ یہ کہ مڑی ہوئی انگلی والا ٹانگ پر زور دے کر چلتا ہے۔"

"اب بات یقینی ہوگئی ... وہ زناٹا تھا۔"

○

انہوں نے حیرت بھری نظروں سے اکرام کی طرف دیکھا:

"کیا نام لیا انکل ... زناٹا۔"

"ہاں زناٹا۔"

"یہ نام سناٹا کا بالکل ہم وزن ہے۔" فاروق بولا۔

"اکرام ... جلدی بتاؤ ... تم زناٹا کے بارے میں کیا جانتے ہو۔"

"سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کا تعلق بھی ہوٹل شاشا سے ہے۔"

"کیا!!!" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"اور ہوٹل شاشا کو ہم سیل کر چکے ہیں۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"یہی سر کہ یہ سب لوگ اس وقت تک زیر زمین جا چکے ہیں ... اب نہ جانے کہاں ہوں گے ... ہاں ہوٹل میں ہمیں وہ معاملہ پیش نہ آیا ہوتا تو اور بات تھی ... ہوٹل کھلا ہوا ہوتا تو ہم زناٹا کو دبوچ لیتے ... ایسے سر ... یہ شخص خطرناک ہے۔"

"تو کیا ہوا اکرام ... ہم بھی اس کے لیے خطرناک ثابت ہوں گے ... ان شاء اللہ۔"

"جی ہاں! ان شاء اللہ! لیکن سر! پہلا مسئلہ تو یہ ہے ان لوگوں

کو اب تلاش کہاں کیا جائے۔''

'' یہ بھی تم ہی بتاؤ گے اکرام ... کیونکہ اس قسم کے لوگوں کے بارے میں تم ہی زیادہ جانتے ہو۔''

'' ہوں... مجھے غور کرنے دیں سر کہ ہوٹل شاشا کے بعد وہ کون سی جگہ کو اپنا ٹھکانہ بنا سکتے ہیں۔''

'' کیا میں کوئی رائے دے سکتی ہوں۔'' ایسے میں فرزانہ نے کہا۔

'' یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔''

'' میرا خیال ہے ... اس وقت ان کے لیے ہوٹل شاشا سے زیادہ محفوظ جگہ کوئی نہیں۔''

'' اوہ ... اوہ۔'' ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

☆☆☆☆☆

سرخی

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے... وہ سب فرزانہ کو ٹکر ٹکر دیکھے جا رہے تھے... یہاں تک کہ فرزانہ گھبرا گئی:

'' کک... کیا میں نے کوئی بالکل غلط بات کہہ دی۔''

''نہیں فرزانہ... بات دل کو لگی ہے... اس بات کا زبردست امکان ہے۔''

'' تو پھر آج رات ہم ہوٹل شاشا میں گزاریں گے... ہم دیکھیں گے، وہ اس میں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔''

''اور سر! اگر وہ لوگ ہوٹل میں چھپے ہوئے ہیں تو یہ بات کچھ خطرناک نہیں۔''

'' کوئی بات نہیں اکرام کم خطرناک باتوں سے ہمارا واسطہ پڑتا ہی کب ہے... ہاں یہ ہے کہ اس کے لیئے کچھ تیاری کی ضرورت ہو گی... چلو ایسا کرتے ہیں کہ کل کا دن چھوڑ کر پرسوں رات ہم ہوٹل

شاشا میں گزاریں گے۔''

'' میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ اس طرح ہوٹل میں جانا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ہمیں باقاعدہ منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔''

'' یہ اچھی بات ہے ... ہم ان شاء اللہ سوچ سمجھ کر جائیں گے... تم مشورہ دو، کیا کرنا چاہیے۔''

''سر! اگر وہ ہوٹل میں ہیں تو ظاہر ہے ...ہوٹل میں آنے اور جانے کا خفیہ راستہ ہے ... وہ اس سے آتے اور جاتے ہیں... کیونکہ مکمل طور پر تو وہ وہاں قید ہو کر نہیں رہ جائیں گے ... کیا خیال ہے آپ کا۔'' '' میں اس خیال سے بالکل اتفاق کرتا ہوں۔''

''شکریہ سر... اب اگر ہم ہوٹل میں داخل ہو جائیں اور انہیں ہمارے پروگرام کا پتا چل جائے تو وہ اس خفیہ راستے سے نکل جائیں گے اور ہم لکیر پیٹتے رہ جائیں گے۔''

'' میں وعدہ کرتا ہوں ... لکیر نہیں پیٹوں گا۔'' فاروق نے جلدی سے کہا۔

'' یار تم چپ رہو ...'' انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

'' اس صورت میں میں مشورہ نہیں دے سکوں گا۔''

''کس صورت میں۔''

'' چپ رہنے کی صورت میں۔''

'' تو تم بھی کوئی مشورہ دینا چاہتے ہو۔'' محمود نے اسے گھورا۔

'' خیال تو یہی ہے۔''

'' مشورہ دینے کی حد تک تم بول سکتے ہو۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

'' شکریہ ابا جان... پہلے میں آپ سب کے مشورے سنوں گا... پھر اپنا۔''

'' یہ اس نے مشورہ دیا ہے۔'' محمود نے منہ بنایا۔

'' ابھی دیا نہیں ، دوں گا۔'' فاروق نے اسے گھورا۔

'' لگتا ہے ... اب تم تینوں شروع ہوئے بغیر نہیں رہو گے ... جب کہ ہمارے لیے اس وقت مشورہ ضروری ہے۔''

''سر! ہوٹل کی خفیہ نگرانی شروع کرا دی جائے ...اس طرح ہم اس خفیہ راستے کے بارے میں جان سکیں گے۔'' اکرام بولا۔

'' وہ کیسے انکل !'' فرزانہ بولی۔

'' ان میں سے کوئی ہوٹل سے نکلے گا تو نظر آجائے گا۔''

'' نظر تو تب آئے گا نا ...جب ہمیں اس کا پتا ہوگا ...نہ جانے وہ راستہ کہاں جا کر نکلتا ہو گا...''

"ہاں واقعی! یہی بات ہے۔"

"تب پھر ہم کیا کریں۔"

"میرا مشورہ ہے ... ہم خفیہ طریقے سے ہوٹل میں داخل ہو جائیں... یعنی رات کے وقت اور اندر گھوم پھر کر دیکھیں ... اگر وہ اندر ہیں تو ظاہر ہے ... ہم انہیں تلاش کر لیں گے۔"

"چلیے پھر یہی کیے لیتے ہیں۔"

"بس تو پھر یہ طے رہا ... پرسوں رات ہم ہوٹل میں داخل ہوں گے ... اور اس طرح داخل ہوں گے کہ کسی کو کانوں کان پتا نہ چلے۔"

"بالکل ٹھیک۔" اکرام نے مسکرا کر کہا ... اس مہم میں انہوں نے پروفیسر داؤد اور خان رحمان کو بھی ساتھ رکھنے کا فیصلہ کیا تھا ... کیونکہ اکرام کا خیال تھا... ہوٹل ان کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

اور پھر دو دن کی بھاگ دوڑ کے بعد رات کے ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے وہ خان رحمان کے گھر سے روانہ ہوئے ... ہوٹل سے کافی دور انہوں نے گاڑی چھوڑ دی اور پیدل آگے بڑھے...اس طرح وہ ہوٹل کی پشت پر پہنچ گئے ...ہر طرف ہو کا عالم تھا... شدید سردی کا آغاز ہو چکا تھا... ایسے میں لوگ لحافوں میں دبکے ہوئے تھے... ادھر ان کے دانت بج رہے تھے... ہوٹل کئی منزلہ تھا اور عمارت لمبی چوڑی

تھی...ان کے لیے پہلا مرحلہ اس میں داخل ہونا تھا۔

"کیا خیال ہے ... ان حالات میں بے چارے فاروق سے تو کام نہیں لینا چاہیے ... انگلیوں میں خون جمتا محسوس ہو رہا ہے...پائپ کو پکڑ کر اوپر تک جانا آسان نہیں ہوگا۔"

"اللہ آپ کو خوش رکھے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"آمین!" سب کے منہ سے نکلا۔

"تب پھر ابا جان۔" فرزانہ نے ان کی طرف دیکھا۔

"محمود کے چاقو سے کام لے کر نقب لگا لیتے ہیں۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"چلو محمود ... چاقو نکالو۔"

"لیکن ابا جان ! اس میں کہیں چلنے کی کیا ضرورت ہے۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"لگے ادھر ادھر کی ہانکنے۔" فاروق نے اسے گھورا۔

محمود مسکرا دیا اور جوتے کی ایڑی سے چاقو نکال کر اپنے والد کی طرف بڑھا دیا۔ انہوں نے ہوٹل کی دیوار کا جائزہ لیا اور پھر اپنا کام کرنے لگے... یہ دیکھ کر اکرام نے کہا:

"لائیے سر! میں کرتا ہوں یہ کام۔"

"نہیں اکرام ... تم اپنے ساتھیوں کا چاروں طرف مناسب جگہوں پر مقرر کرنے کا کام کر لو ... ظاہر ہے ... تمہیں ان کے ساتھ باہر رہنا ہے۔"

"جی ہاں! یہ تو ہے۔"

اکرام اپنے ماتحتوں کی طرف چلا گیا ... ادھر وہ سوراخ بنانے میں لگے رہے ... آخر ایک گھنٹے کی محنت کے بعد سوراخ اتنا بڑا ہو گیا کہ ایک آدمی آسانی سے گزر سکے۔

اندر داخل ہونے سے پہلے انہوں نے ٹارچ کی روشنی اندر لہرائی:

"یہ کوئی کمرہ ہے ..." انہوں نے دبی آواز میں کہا اور کمرے میں داخل ہو گئے۔ انہیں فی الحال باہر ٹھہرنے کا اشارہ کر گئے ... اندر کا جائزہ لینے کے بعد انہوں نے ان سب کو بھی اندر آجانے کا اشارہ کیا ... سب اندر آگئے۔ اب محمود کے چاقو کی مدد سے انہوں نے اس دروازے کو کھولنے کی کوشش شروع کی... کیونکہ دروازہ باہر سے بند تھا...یہ دروازہ بھی آسانی سے کھل گیا... اب انہوں نے دیکھا... وہ ایک برآمدے میں تھے۔

"ہم پہلے ہوٹل کے بیرونی دروازے کی طرف چلتے ہیں... اپنا کام وہاں سے شروع کریں گے ... اور سب کے سب ایک ہی وقت

میں کام کریں گے... کیونکہ اس طرح ایک وقت میں کئی کئی کمرے دیکھ لیے جائیں گے اور ہم آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔"

کافی دیر برآمدوں میں چکر کاٹنے کے بعد آخر وہ بیرونی صدر دروازے پر آگئے:

"اس سلسلے میں ایسا کیوں نہ کر لیا جائے کہ... ایک وقت میں ایک کمرے کو دو دو آدمی چیک کریں... اس طرح دل لگا رہے گا اور ہم سرگوشی میں ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرتے رہیں گے۔" یہ تجویز پروفیسر داؤد کی تھی۔

"یہ زیادہ بہتر رہے گا ...اس طرح ہم بور نہیں ہوں گے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے ... دو دو آدمی ایک ایک کمرے کو چیک کریں گے۔ میں محمود کو ساتھ لے جا رہا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے فوراً فیصلہ سنایا۔

"اور فاروق میرے ساتھ جائے گا۔" خان رحمان بول اٹھے۔

"اس کا مطلب ہے... فرزانہ میرے ساتھ ہو گی ..." پروفیسر مسکرائے۔

"بالکل ٹھیک۔"

اور وہ اپنے کام میں جٹ گئے ...اس طرح تین تین کمرے ایک وقت میں دیکھے جانے لگے ...پروفیسر داؤد اور فرزانہ ایک کمرے میں داخل ہوئے تو انہیں یوں لگا جیسے اس کمرے میں کوئی خاص بات ہے ...دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا:

"لگتا ہے، اس کمرے میں کچھ ہے۔" پروفیسر داؤد نے فرزانہ کے کان میں کہا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" فرزانہ نے جوش کے عالم میں کہا۔

اب انہوں نے اپنی جیب سے ایک ننھا سا آلہ نکالا اور اسے آن کرنے کے بعد دیواروں سے لگا لگا کر دیکھنے لگے ...پھر وہ فرش پر اکڑوں بیٹھ گئے اور آلے کو فرش سے چھونے لگے... اس طرح انہوں نے پورے کمرے کو چیک کر ڈالا ... لیکن کچھ محسوس نہ ہوا۔

"انکل میرا دل کہہ رہا ہے ... یہاں کچھ ہے۔"

"مم... میرا بھی، یہی خیال ہے ... اگرچہ بظاہر یہاں کچھ نہیں ہے۔"

"خیر ہم مزید توجہ دیتے ہیں اوہو ... یہ کیا۔" پروفیسر داؤد کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"کک... کیا ہوا انکل۔"

"لگتا ہے ...اس کمرے کے فرش کے نیچے کوئی تہ خانہ ہے ... ہم اس وقت پہلی منزل کے کمرے کو دیکھ رہے ہیں...ان کے نیچے تہ خانہ ضرور ہے۔"

"لیکن انکل! آپ یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں۔"

"میرے آلے پر ایک اشارہ موصول ہوا ... ابھی تھوڑی دیر پہلے تک آلے نے کوئی بات ظاہر نہیں کی تھی ...اور یہ عجیب بات ہے۔"

"جی ... کیا مطلب ... کون سی بات عجیب ہے۔" فرزانہ نے فوراً پوچھا۔

"یہ کہ تھوڑی دیر پہلے آلے کی سوئیوں میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی، جب کہ اب حرکت ہوئی ہے ... اس کا مطلب جانتی ہو؟" انہوں نے پرجوش انداز میں کہا۔

"جی... جی نہیں۔"

"اس کا مطلب ہے ... کوئی تہ خانے میں داخل ہوا ہے۔"

"اوہ!" فرزانہ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"اور اس کا مطلب ہے ... ہمارا کیس اب بالکل درست سمت جا رہا ہے۔"

"اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے۔"

"ہاں بالکل، لیکن تہ خانے کا راستہ کہاں ہے، یہ مجھے معلوم نہیں۔"

"وہ ہم تلاش کر لیں گے ... آپ فکر نہ کریں... آئیں... یہ اہم ترین خبر باقی لوگوں کو سنائیں۔" یہ کہتے ہوئے فرزانہ کمرے سے نکل آئی۔

"انکل! ... دیکھ رہے ہیں آپ۔" فاروق نے خان رحمان سے دبی آواز میں کہا۔

"ہاں بھئی... بالکل دیکھ رہا ہوں...اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو عدد آنکھیں دی ہیں۔"

"اللہ کا شکر ہے ...ہاں تو کیا دیکھ رہے ہیں آپ۔"

"میں ... میں تمہیں دیکھ رہا ہوں ... اس کمرے کو دیکھ رہا ہوں... کمرے میں موجود ہر چیز کو دیکھ رہا ہوں ... تم بتاؤ ... تم مجھے کیا دکھانا چاہتے ہو... میں وہ بھی دیکھنے کے لیے تیار ہوں۔"

"آپ کہیں ہمارے کان بھی تو کاٹنے کے موڈ میں نہیں۔" فاروق گھبرا گیا۔

"ارے نہیں ... توبہ کرو۔" انہوں نے منہ بنایا۔

"جی اچھا... یا اللہ میری توبہ۔"

"ہاں تو تم مجھے کیا دکھانا چاہتے ہو۔"

"ان اخبارات کو..."

"توبہ کس قدر پرانے اخبار ہیں۔" انہوں نے میز پر پرانے اخبارات کے ڈھیر کو دیکھتے ہوئے کہا:

"جی ہاں بہت پرانے ..." فاروق نے کہا اور آگے بڑھ کر اخبارات کو دیکھنے لگا۔

"اوہو ... بھائی ہم یہاں مجرموں کی تلاش میں آئے ہیں... پرانے اخبارات دیکھنے نہیں آئے۔"

"جی ہاں! وہ تو ٹھیک ہے انکل! لیکن الجھن یہ ہے کہ یہاں مجرم نہیں ہیں... یہ اخبارات ضرور ہیں۔"

اب وہ ان اخبارات کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا... اور خان رحمان بڑے بڑے منہ بنا رہے تھے۔ آخر انہوں نے کہا:

"کیا خیال ہے ... اپنے حصے کے اگلے کمرے میں چلیں۔"

"نہیں انکل!" فاروق مسکرایا۔

"کیا کہا ... نہیں انکل... تو میں نہیں انکل ہوں۔"

"ہاں انکل۔" فاروق نے بے خیالی کے انداز میں کہا اور بات

تھی بھی یہی ... اس کی تو ساری توجہ ان اخبارات کی طرف تھی۔

"کیا ہوگیا بھئی... کیا نظر آگیا تمہیں ان اخبارات میں۔"

"ابھی تو خیر کچھ نظر نہیں آیا، لیکن ہوسکتا ہے ... کچھ نظر آجائے... آخر یہ اتنے پرانے اخبارات اس کمرے میں کیوں موجود ہیں۔"

"تم لوگ تو بس بال کی کھال اتارنے لگتے ہو ...اور کچھ نہیں تو ان اخبارات کے پیچھے پڑ گئے۔"

"اب کچھ نہ کچھ تو کرنا ہوگا انکل ... آخر ہم یہاں مجرموں کی تلاش میں آئے ہیں۔"

"لیکن یہ اخبارات ہیں ... مجرم نہیں ...وہ بھی بہت پرانے اخبارات۔"

"اور کیا آپ نے سنا نہیں انکل۔" فاروق بھرپور انداز میں مسکرایا۔

"کیا نہیں سنا۔"

"یہ کہ نیا نو دن پرانا سو دن۔"

"ہے کوئی تک ... بھلا یہاں اس ضرب المثل کا کون سا موقع ہے۔"

"میرا مطلب ہے ... نئے اخبارات اتنے کارآمد نہیں جتنے کہ پرانے۔"

"توبہ ہے تم سے۔" وہ جھلا اٹھے۔

"عجیب بات ہے۔" فاروق کی آواز سنائی دی۔

"کون سی عجیب بات ہے ... یہ کہ توبہ ہے تم سے۔"

"نہیں انکل ... اخبارات کے اس پلندے میں ایک بات عجیب ہے..."

"اخبارات کے پلندے میں عجیب بات... کیا مطلب؟" خان رحمان چونکے ... پہلی بار ان کی آنکھوں میں بیزاری کے بجائے حیرت نظر آئی۔

"ہاں انکل... ان خبارات میں چار دن کے اخبارات غائب ہیں...ورنہ یہ پوری فائل بالکل ترتیب سے ہے۔"

"تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے...ہمیں کیا... ہو گئے ہوں گے ادھر ادھر۔"

"نہیں انکل۔"

"میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں... میں نہیں انکل نہیں ہوں۔"

"میرا مطلب ... اس میں جو اخبارات گم ہیں... ان کی وجہ

سے ضرور کچھ نہ کچھ ہوا ہوگا، اس لیے وہ اس فائل میں سے غائب کیے گئے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ ایسی کوئی بات ہوسکتی ہے۔"

"خیر... ذرا میں یہ تاریخیں نوٹ کر لوں... پھر باقی ساتھیوں کے پاس چلتے ہیں..."

"لیکن فاروق ... ابھی تو ہم نے کوئی بات بھی معلوم نہیں کی۔"

"یہاں بہت لمبا کام ہے ... ساتھ ساتھ رپورٹ دینی ہوگی...

اب تک پروفیسر انکل اور فرزانہ تو ابا جان کے پاس پہنچ بھی گئے ہوں گے ... آیئے۔" اس نے تاریخیں نوٹ کیں اور کمرے سے نکل کھڑا ہوا ... خان رحمان بڑے بڑے منہ بناتے ہوئے اس کے پیچھے چلے۔

O

"اس آتش دان کو دیکھ رہے ہو محمود۔"

"جی ... جی ہاں۔" اس نے چونک کر کہا ... اب اس نے پوری طرح آتش دان کا جائزہ لیا...وہ ایک بہت پرانی قسم کا آتش دان تھا... ایسے آتش دان عام طور پر پرانے زمانے کی حویلیوں میں ہوتے تھے ...یا شاہی گھرانوں میں۔

"کیا اس میں کوئی خاص بات ہے ابا جان۔"

"مجھے نہیں پتا... عجیب بات یہ ہے کہ اس قدر جدید ہوٹل میں پرانے زمانے کے اس آتش دان کا کیا کام۔"

"اوہ ہاں... واقعی یہ عجیب ترین بات ہے ... کہیں خفیہ تہ خانے کا راستہ اسی آتش دان سے تو نہیں نکلتا۔"

"یہ عین ممکن ہے ..." انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

دونوں اس آتش دان کا بغور جائزہ لینے لگے ... اس کے فرش کو دیکھا گیا ... چمنی کا جائزہ لیا گیا۔ آتش دان کے اوپر ایک دلکش سنہری فریم کو ہٹا کر دیکھا گیا ... لیکن کوئی راستہ نظر نہ آیا:

"میرا ایک دعویٰ ہے محمود ..."

"جی فرمایئے۔"

"اس آتش دان کی کوئی نہ کوئی اہمیت ضرور ہے ... یہ یہاں بلاوجہ نہیں بنوایا گیا ... اور ہمیں اس اہمیت کا پتا چلانا ہوگا۔"

"جی بہتر! ان شاء اللہ ہم پتا چلائیں گے۔"

وہ ایک بار پھر اس کے ایک ایک انچ کا جائزہ لینے لگے... یہاں تک کہ چمنی کے اندرونی حصے کو بھی دیکھا گیا ... لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود کوئی سراغ نہ ملا:

"محمود تم زینے کے ذریعے چھت پر جاؤ اور وہاں سے چمنی کا جائزہ لو۔"

"لیکن ابا جان ... چمنی میں کچھ ہوسکتا تھا تو نیچے ... نہ کہ اوپر۔"

"بھئی دیکھ لینے میں کیا حرج ہے۔" انہوں نے منہ بنایا۔

"جی اچھا !" محمود نے کہا اور کمرے سے نکل کر لفٹ تک آگیا... لیکن لفٹ تو بند تھی۔ آخر وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر پہنچ گیا... اس نے اوپر سے چمنی کا جائزہ لیا ... کافی دیر تک اس کو دیکھتا رہا ...اس وقت وہ ہوٹل کی چھت پر تھا اور سیڑھیاں چڑھنے سے اس کا سانس پھول گیا تھا ... لفٹ تو بند تھی :

"کیا ہوا ... کوئی خاص بات نظر آئی۔" نیچے سے انسپکٹر جمشید نے چمنی میں منہ اوپر کی طرف کر کے کہا۔

"ابھی نہیں ابا جان ! لیکن آپ مجھے دو منٹ کی مہلت اور دیں... میرا خیال ہے کہ ہم کامیابی کے نزدیک ہیں۔"

"اوہو اچھا... اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں اوپر آجاتا ہوں۔"

"ابھی ٹھہریں ابا جان ... لفٹ بند ہے ... بے شمار سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آنا پڑے گا۔"

"اچھی بات ہے محمود ... کوشش کرو۔"

پھر وہاں خاموشی چھا گئی... انتظار کی کیفیت شروع ہوگئی۔ آخر محمود کے منہ سے نکلا :

"میرا خیال ہے ابا جان ... ہم اس جگہ سے خفیہ راستہ کھول سکتے ہیں... لیکن ابھی میں نے کھولنے کی کوشش نہیں کی... کیا خبر ... اس طرح نیچے موجود لوگ ہوشیار ہو جائیں... اور اس سے پہلے کہ ہم ان تک پہنچیں ... وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو جائیں۔"

"تم بہت ذہین ہو محمود۔"

"اور میرے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ابا جان۔"

انہوں نے فاروق کی آواز سنی... وہ چونک کر اس کی طرف مڑے۔ ساتھ ہی انہوں نے فرزانہ کی آواز سنی۔

"لیجیے ابا جان ! ہم بھی آگئے۔"

☆☆☆☆☆

پرانے اخبارات

سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"اپنی اپنی کارگزاری سنائیں... پتا لگے، کیا تیر مار کر آئے ہیں اور واپسی اتنی جلدی کیسے ہو گئی... ابھی تو ہم نے چند کمرے ہی دیکھے ہوں گے۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے ابا جان! پہلے تو میں عرض کرتی ہوں... پروفیسر انکل کے ایک آلے کی مدد سے ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ہوٹل کے نیچے تہہ خانہ موجود ہے۔"

"بہت خوب! یہ اچھی بات معلوم ہوئی ... اور ہے بھی حوصلہ افزا، ہاں فاروق تم بتاؤ۔"

"نہیں ابا جان؟" فاروق نے نفی میں سر ہلایا۔

"کیا کہا ... نہیں ابا جان۔"

"جی ہاں ابا جان۔" وہ مسکرایا۔

"یہ کیا بات ہوئی ... کبھی کہہ رہے ہو ... نہیں ابا جان ... کبھی کہہ رہے ہو ہاں ابا جان۔"

"میرا مطلب ہے ... پہلے آپ بتائیں... آپ نے کیا تیر مارا۔"

"اوہ اچھا... یہ بات ہے ... اس کا مطلب ہے ... تم کوئی بڑا تیر مار کر آئے ہو۔"

"ابھی میں اور انکل یہ بات نہیں کہہ سکتے۔" فاروق بولا۔

"اچھا خیر ... میں اور محمود کہہ سکتے ہیں کہ شاید ہم نے تہہ خانے کا خفیہ راستہ تلاش کر لیا ہے۔"

یہ سب باتیں وہ اشاروں میں کر رہے تھے... آوازیں نہیں نکال رہے تھے:

"اوہو اچھا... یہ تو پھر بہت بڑی کامیابی ہے۔" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"اب بڑی کہو یا چھوٹی ... ویسے ابھی بات یقین کی حد تک نہیں ہے... ہاں تو اب تم بتاؤ کیا بتانے والے ہو۔"

"ہمیں ایک کمرے سے کچھ پرانے اخبار پڑے نظر آئے ہیں۔"

"دھت تیرے کی ... یہ تیر مارا ہے۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"اس سے اور امید بھی کیا ہو سکتی ہے۔" محمود نے فوراً کہا۔

"بھئی پہلے پوچھ تو لو ... یہ کیا کہنا چاہتا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے انہیں ڈانٹا۔

"فضول بات ہی کہیں گے حضرت ... کام کی بات تو یہ کبھی کہتا نہیں۔"

"پھر بھی پوچھنا تو چاہیے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"حیرت ہے ... کمال ہے ... آج آپ اس کی حمایت پر اتر آئے۔" فرزانہ بولی۔

"ایسی کوئی بات نہیں... اس نے آکر ایک بات کہی ... ہمیں معلوم تو کرنا چاہیے کہ وہ بات ہے کیا۔"

"اچھی بات ہے ... چلو فاروق بتاؤ۔"

"اور چلوں کہاں۔"

"دیکھا آپ نے۔" محمود فوراً بولا۔

"فاروق! تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"میں نے اس کمرے میں پرانے اخبارات کی ایک پوری فائل دیکھی... ہم نے ان اخبارات کا جائزہ لیا... وہ بہت پرانے تھے... بیس

پچیس سال پرانے۔"

"کیا !!!" مارے حیرت کے انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

"لیکن ابا جان! اس میں حیرت کی بھلا کیا بات ہے۔" فرزانہ بولی۔

"ہاں واقعی ابا جان ... پرانے اخبارات میں ایسی چونکا دینے والی کیا بات ہو سکتی ہے بھلا۔"

"بھئی اسے بتانے دو۔" انہوں نے منہ بنایا۔

"تو ابا جان ... میں نے اخبارات کا جائزہ لیا ... اصل میں مجھے حیرت اس بات پر ہو رہی تھی کہ ہوٹل کے اس کمرے میں اتنے پرانے اخبارات کا کیا کام۔"

"بہت خوب فاروق۔" انسپکٹر جمشید نے خوش ہو کر کہا۔

"جی ... آپ فاروق کو شاباش دے رہے ہیں... اتنی سی بات پر کہ اخبارات دیکھ کر اس نے حیرت محسوس کی۔"

"ہاں! یہی بات ہے ... فاروق آگے چلو۔"

"جی ... جی ... اچھا... میں نے ان اخبارات کا جائزہ شروع کیا... دیکھتا چلا گیا اور آخر یہ پتا چلا کہ فائل میں سے چار دن کے اخبارات نہیں ہیں..."

"اب... اب تم نہ بولنا فاروق۔" انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔

"جی کیا مطلب ... یہ کیا کہا آپ نے ... تم نہ بولنا۔"

"ہاں! میں نے یہی کہا ہے... اب تم بتاؤ... اخبارات کی اس فائل میں فاروق کو کون سی تاریخ اور اس تاریخ کے آس پاس کے اخبارات غائب نظر آئے۔"

"جی... ہم بتائیں؟" مارے حیرت کے ان دونوں کے ساتھ پروفیسر داؤد اور خان رحمان کے منہ سے بھی نکلا۔

"ہاں!... تم دونوں بتاؤ۔"

"بھلا یہ بات ہم کیسے بتا سکتے ہیں۔"

"لیکن میں بتا سکتا ہوں..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آخر کیسے؟" وہ سب چلا اٹھے... اس بار فاروق بھی چلایا تھا... اور اس وقت انہیں اپنی غلطی کا شدید احساس ہوا... وہ بھول گئے تھے کہ انہیں تو یہاں اشاروں میں یا زیادہ سے زیادہ سرگوشی میں بات چیت کرنا تھی اور انجانے میں ان کی آوازیں بلند ہوگئی ہیں... یہ خیال آتے ہی ان کے رنگ اڑ گئے... محمود نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"غلطی ہوگئی ابا جان۔"

"اب تو ہوگئی ...اب کیا ہو سکتا ہے ... چلو ... اپنی بات کرو۔ ... میں پوچھ رہا تھا کہ تم بتاؤ... اس فائل میں سے کون سی تاریخ کے اخبار غائب ہیں۔"

"اور ہم نے آپ کی بات کا جواب دیا تھا ... کہ بھلا ہم یہ بات کس طرح بتا سکتے ہیں ... ہمیں کیا معلوم ...ہم نے تو اس فائل کو دیکھا تک نہیں۔"

"تب پھر میں کیسے بتا سکتا ہوں۔"

"اس بات پر تو ہمیں حیرت ہے۔"

"اچھا یوں کرتے ہیں... پہلے میں وہ تاریخ کاغذ پر لکھ کر جیب میں رکھ لیتا ہوں... پھر تم سے باری باری پوچھوں گا ... اور جب تم نہیں بتا سکو گے تو میں پہیلیوں کے انداز میں کچھ اتا پتا بتاؤں گا..."

ان کے لہجے میں حد درجے شوخی آگئی تھی ... اور اس شوخی پر انہیں رہ رہ کر حیرت ہو رہی تھی ... کیونکہ وہ اس حد تک شوخ کبھی نہیں ہوئے تھے۔

اب انہوں نے ایک کاغذ پر کچھ لکھا اور کاغذ جیب میں ڈال لیا پھر ان سے بولے:

"ہاں محمود! تم بتاؤ۔"

'' مجھے افسوس ہے ... میں نہیں بتا سکوں گا... کیونکہ یہ معاملہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔''

'' اچھا فرزانہ... تم بتاؤ... کیونکہ تم تو...''

'' بس بس ابا جان... آگے کچھ نہ کہیں... آج شاید میری عقل گھاس چرنے چلی گئی ہے۔''

'' نہیں بھئی... غور کرو... ہاں فاروق تم بتاؤ... اگرچہ اخبارات والی بات تم سامنے لائے ہو... لیکن یہ سوال تو تم سے بھی پوچھا جائے گا۔''

'' مجھے بھی جواب معلوم نہیں ابا جان۔''

'' خان رحمان... پروفیسر صاحب آپ دونوں کچھ کہنا چاہیں گے۔''

'' ن نہیں۔''

'' اب میں کچھ ہنٹ دیتا ہوں... یعنی اتا پتا... اخبارات پچیس تیس سال پرانے ہیں... کیا اب بھی نہیں سمجھے۔''

'' جی... شاید اب بات ذہن میں گردش کر رہی ہے۔'' فرزانہ نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

'' محمود... ذہن پر زور دو... فاروق کو جو اخبارات نظر آئے

ہیں... وہ تیس سال پہلے کے ہیں... تیس سال پہلے کے۔'' انہوں نے تیس سال پر زور دے کر کہا۔

'' جی ... جی ہاں! میں نے سنا ہے ... سمجھا ہے ... وہ اخبارات تیس سال پہلے کے ہیں اور فاروق ان میں سے کون سی تاریخوں کے اخبارات گم ہیں۔''

'' گیارہ نومبر اور اس کے بعد چند دنوں کے۔''

'' اور تمہیں اس بات میں کیا بات عجیب محسوس ہوئی۔''

'' سنا آپ نے ابا جان! الٹا مجھ سے پوچھ رہے ہیں... یار یہی بات تو ابا جان تم سے پوچھنا چاہتے ہیں۔''

'' اوہ ... دھت تیرے کی ... آج تو واقعی فاروق ہمارے کان کاٹ گیا...'' ایسے میں محمود چلا اٹھا۔

'' کیا مطلب ؟'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

'' اور فرزانہ تم مجھ سے بھی پیچھے رہ گئیں۔''

'' گیارہ نومبر کو ظفران قاضی کے چھوٹے بھائی سلمان قاضی گھر سے غائب ہوئے تھے۔''

'' کیا !!!'' خان رحمان اور پروفیسر داؤد کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

☆☆☆☆☆

دوسرا جھٹکا

چند لمحے وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے ... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا:

" اور اسی لیے اس کمرے میں اتنے پرانے اخبارات کا ہونا عجیب بات ہے ... اس سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ ان خبارات میں سے وہی اخبارات کیوں غائب ہیں، جن میں سلمان قاضی کی گم شدگی کی خبر چھپی تھی..."

" واقعی ... یہ عجیب بات ہے اور کیس نے اب نئی کروٹ لی ہے۔"

" اور اس کا مطلب ہے... ہم جس کیس میں الجھے ہوئے ہیں... اس کا تعلق سلمان قاضی سے ہے۔"

" تو کیا ابا جان! جو لوگ یہاں ایک ماہ تک رہتے رہے ... یعنی ظفران قاضی کے گھرانے کی عدم موجودگی میں... وہ سلمان قاضی کا گھرانا تھا۔"

" ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ...اتنی جلدی نتیجہ نہیں نکال سکتے ... تاہم اس بات کا امکان ہے۔"

" اگر اس معاملے کا تعلق سلمان قاضی سے ہے تو پھر ہوٹل شاشا کے لوگوں کا اس معاملے سے کیا تعلق ہے ... ہمیں ظفران قاضی کی چھت سے پیتل کی زنجیر ملی...وہ نادر کوبرا کی تھی ... نادر کوبرا کا تعلق ہوٹل شاشا سے ثابت ہوا... ہم نے ہوٹل شاشا کو سیل کردیا ... اب اس ہوٹل کے ایک کمرے میں تیس سال پہلے کے اخبار ملے ہیں... یعنی اس زمانے کے جس زمانے میں سلمان قاضی غائب ہوئے تھے... سوال یہ ہے کہ یہ لوگ یہاں اخبارات کیوں چھوڑ گئے ...ہوسکتا ہے ... جلدی میں ان سے ایسا ہوا ہو... یعنی وہ جاتے ہوئے یہ اخبارات ساتھ لے جانا چاہتے تھے... لیکن انہیں اتنی مہلت نہ ملی..." انسپکٹر جمشید کہتے چلے گئے۔

" اگر مہلت نہیں ملی تھی تو وہ گیارہ نومبر کے آس پاس کے اخبارات کیسے ساتھ لے گئے۔" محمود بولا۔

"تب پھر ان کی کوشش صرف اتنی تھی کہ ان تاریخوں کے اخبارات نکال کر لے جائیں ... کیونکہ۔" فرزانہ کہتے کہتے گئی۔

" کیونکہ کیا؟"

'' کیونکہ ان میں سلمان قاضی کی تصویریں بھی شائع ہوئی تھیں... اور وہ نہیں چاہتے تھے ... ہم ان تصاویر کو دیکھ سکیں ۔''

'' تصاویر تو خیر ہم اخبارات کے دفاتر میں بھی دیکھ سکتے ہیں... میرا خیال ہے ... بس وہ چاہتے تھے... کہیں ہم یہاں سے یہ اخبارات برآمد نہ کرلیں... اور اس طرح سلمان قاضی کی تصویر نہ دیکھ سکیں... جب کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا... وہ ہم اخبارات کے دفاتر میں بھی دیکھ سکتے ہیں... اب یا تو بات کوئی اور ہے ... یا پھر یہ حرکت ان سے گھبراہٹ میں ہوئی ... کچھ بھی ہو ... اب ایک بات ثابت ہوگئی ہے۔'' انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر رک گئے۔

'' اور وہ کیا جمشید ۔'' پروفیسر بڑ بڑائے ۔

'' یہ کہ اس معاملے کا تعلق بہرحال سلمان قاضی کی گم شدگی یا اغوا سے ہے ... تیس سال پہلے ہوسکتا ہے ... سلمان قاضی کو اغوا کیا گیا ہو ... یا پھر...'' انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے ۔

'' یا پھر کیا ؟'' ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

'' یا پھر سلمان قاضی کو قتل کرکے ان کی لاش کو غائب کر دیا گیا ہو... اور اسی لیے اس بے چارے کا پھر کوئی سراغ نہ ملا اور نتیجے کے طور پر ساری جائیداد کے مالک ظفران قاضی بن گئے ۔''

'' اوہ ! اوہ ۔'' وہ سب حیرت زدہ انداز میں بولے۔

'' اگر بات صرف اتنی سی ہے تو اتنی مدت بعد کوئی نقلی گھرانہ یہاں سے ٹپک پڑا ۔''

'' ہاں! یہ سوال اہم ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ ہوٹل شاشا والوں کو نادر کوبرا سے یا کسی اور سے یہ ساری کہانی معلوم ہوگئی۔ انہوں نے پروگرام بنایا کہ سلمان قاضی کا فرضی گھرانہ بنایا جائے اور یہ جائیداد ہڑپ کی جائے ۔''

'' ایسا ہی لگتا ہے ... لیکن سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں ۔''

''اس ہوٹل کے نیچے تہ خانے ضرور ہیں... آلات سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے ۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

'' ہوں ٹھیک ہے ... اور ایک کمرے میں پرانے زمانے کا آتش دان موجود ہے... چھت پر اس کی چمنی کا سرا موجود ہے ... وہ چمنی عجیب ہے... ہو سکتا ہے ، تہ خانے کا راستہ اس چمنی سے کھلتا ہو... ابھی ہم نے چمنی کو نہیں چھوا...'' انسپکٹر جمشید نے انہیں بتایا۔

'' پھر اب کیا پروگرام ہے ۔''

'' ہم اس تہ خانے کے راستے کا سراغ لگائیں گے ... لیکن اگر اس کیس کا اصل مجرم ظفران قاضی نکلے تو مجھے بہت دکھ ہوگا ... اس

خیال ہے کہ یہ دولت بھی کیا چیز ہے۔''

''ہاں! ابا جان واقعی...'' محمود بولا۔

اب انسپکٹر جمشید نے اکرام سے رابطہ کیا:

''ہاں اکرام! باہر کیا رپورٹ ہے۔''

''یہاں ہر طرح خیریت ہے سر۔''

''کسی نے ہوٹل کے کسی خفیہ راستے سے نکلنے کی کوشش تو نہیں کی۔''

''جی نہیں! ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی۔''

''اچھا تو پھر ہم تہ خانے کا راستہ کھولنے کی کوشش کر رہے ہیں... اپنے ماتحتوں کو ہدایات دے دو... وہ پوری طرح ہوشیار رہیں... کچھ بھی ہوسکتا ہے۔''

''آپ فکر نہ کریں سر۔''

''شکریہ اکرام۔''

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید محمود کی طرف مڑے:

''بسم اللہ کرو محمود... چمنی کو گھما ڈالو۔''

''جی بہتر!'' یہ کہہ کر وہ اوپر چلا گیا... یہ لوگ آتش دان والے کمرے میں ہی تھے۔ محمود نے اوپر پہنچ کر دبی آواز میں کہا:

''میں اپنا کام کرنے لگا ہوں... ہوشیار ہو جائیں۔''

وہ پہلے ہی کمرے کی مختلف جگہوں پر پوزیشن لے چکے تھے۔

اچانک ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ سنائی دی... انہوں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر انہیں وہ راستہ نظر آگیا... آتش دان کے فرش میں ایک چوکور خلا نمودار ہوا تھا اور انہیں سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آئی تھیں۔

وہ کچھ دیر اپنی جگہ پر دبکے رہے... محمود بدستور چھت پر موجود رہا... وہ چمنی میں سے نیچے جھانک رہا تھا۔

ایسے میں اسے یوں محسوس ہوا... جیسے کوئی دبے پاؤں اس کی طرف بڑھ رہا ہے... اسے اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے۔ وہ فوراً کمر کی طرف مڑا اور ساتھ ہی وہ چھت پر لڑھک گیا... اس طرح وہ بال بال بچا... ورنہ اس کی طرف بڑھنے والا شخص اس پر خنجر کا وار کر چکا تھا اور اگر وہ نہ گر گیا ہوتا تو خنجر اس کے جسم میں پیوست ہو چکا تھا۔

اٹھنے سے پہلے اس نے دیکھا... وہ کوئی سیاہ پوش تھا... اس نے دونوں ہاتھ اس طرح پھیلا رکھے تھے، جیسے اسے مقابلے کی دعوت دے رہا ہو... محمود بھی تیار ہوگیا... ادھر نیچے فرزانہ نے اس کے گرنے کی آواز سن لی تھی، جب کہ دوسرے محسوس نہیں کر سکے تھے:

"میرا خیال ... اوپر کوئی گڑ بڑ ہے۔"

"ارے باپ رے۔"

انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا اور باہر کی طرف دوڑ پڑے ... باقی لوگ بھی ان کے پیچھے دوڑے ... اب وہ سب کے سب سیڑھیاں چڑھ رہے تھے:

"لفٹ بند ہے ... اور ہمیں چھت پر جانا ہے ... یعنی کئی منزلیں اوپر چڑھ کر ہم چھت پر پہنچیں گے، اوپر محمود اکیلا ہے ... ہم سے بڑی غلطی ہوئی... اس کے ساتھ کسی کو بھیجنا چاہیے تھا۔" انسپکٹر جمشید کہتے جا رہے تھے اور بلا کی رفتار سے اوپر چڑھ رہے تھے ... ایسے میں وہ دو دو سیڑھیاں پھلانگ رہے تھے:

"گھبرائیے نہیں ابا جان ... محمود بھی کوئی موم کی ناک نہیں۔"

"اللہ مدد فرمائے۔"

"آمین!"

اور پھر آخر سیڑھیاں ختم ہو گئیں... زینہ ان کے سامنے آ گیا۔ یہاں ان کے لیے ایک دوسرا جھٹکا موجود تھا۔

☆☆☆☆☆

جنگ

محمود نے ہوٹل کی چھت پر ایک نظر ڈالی ... وہ بہت طویل وعریض تھی... آسانی سے جنگ کی جا سکتی تھی ... ادھر وہ ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا... محمود نے سوچا... جنگ شروع کرنے سے پہلے اپنے ساتھیوں کو خبر دار کر دینا چاہیے، لیکن سوال یہ تھا کہ وہ کیسے خبردار کرے۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس کے گرنے کی آواز فرزانہ کے حساس کانوں نے سن لی ہے ...اس نے قدرے جھک کر جوتا اتارنا چاہا ... وہ اسے چمنی کے ذریعے نیچے گرانا چاہتا تھا، لیکن اسی وقت سیاہ فام نے اس کی طرف چھلانگ لگا دی ... جوتے کو بھول کر اس نے اپنے بچاؤ کی کی اور بائیں پہلو پر لڑھک گیا۔ سیاہ پوش جھونک میں آگے نکل گیا... ساتھ ہی اس نے جوتا اتارا اور چمنی میں اچھال دیا۔ ایسے میں سیاہ پوش پھر چھلانگ لگانے کی تیاری کر چکا تھا ... محمود جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے دوسرا جوتا نکالنے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ سیاہ

پوش کو تیر کی طرح اپنی طرف آتے دیکھا ... اس نے دائیں طرف چھلانگ لگا دی... سیاہ پوش پھر آگے نکل گیا۔ اس نے فوراً دوسرا جوتا پاؤں سے نکال لیا ... اسی جوتے کی ایڑی میں چاقو تھا ... اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ... چاقو نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور ساتھ ہی اس کا بٹن دبا دیا۔ چاقو فوراً کھل گیا۔ سیاہ پوش اس ننھے سے چاقو کو دیکھ کر ہنسا۔ پہلی بار اس کی ہنسی کی آواز محمود کے کانوں میں آئی تھی... اور وہ عجیب سی تھی۔ چھت پر بلب روشن تھا۔ اس کی روشنی میں یہ خاموش جنگ جاری تھی ... اس مرتبہ سیاہ پوش ایک ایک قدم اس کی طرف آیا... یوں جیسے اسے اس چاقو کی کوئی پرواہ نہ ہو ... نزدیک آتے ہی اس نے دائیں ہاتھ کا مکا اس کے منہ پر دے مارا ... محمود کا ہاتھ حرکت میں آیا اور اس کا مکا چاقو کی نوک پر لگا ... اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔ چاقو اس کی ہتھیلی پر گیا تھا... محمود کو حیرت اس بات پر ہوئی تھی کہ اس نے چاقو سے بچنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی... اور اس پر وار کیا تھا جب کہ اسے تو پہلے چاقو سے بچنا چاہیے تھا ... یہ بات محسوس کرتے ہی اس کے منہ سے نکلا :

'' کیا تم عقل سے پیدل ہو ۔''

''کیوں... کیا بات ہے ؟''

'' تم نے چاقو سے بچنے کی کوشش نہیں کی ۔''

'' میں سمجھا تھا... کھلونا چاقو ہے ... اتنے چھوٹے چھوٹے چاقو آج کل کھلونا چاقو آ رہے ہیں... لیکن یہ تو خطرناک ثابت ہوا ہے ... خیر کوئی بات نہیں... میں تم سے نبٹ لوں گا ۔''

'' ابھی تک تو نہیں نبٹ سکے ۔''

'' پہلے میں تمہیں ایک کمزور مقابل سمجھ بیٹھا تھا ...اب تم دیکھو گے ۔''

ایسے میں زینے پر زوردار انداز میں ہاتھ مارا گیا :

''محمود ... تم ٹھیک تو ہو ۔'' آواز انسپکٹر جمشید کی تھی۔

'' جی ہاں... فکر کی بات نہیں... ایک سیاہ پوش صاحب میرے مقابلے پر ہیں... فی الحال میں اس کے ہاتھ میں اپنا چاقو اتار چکا ہوں۔''

'' اور اب یہ خود موت کی نیند سونے جا رہا ہے ۔'' سیاہ پوش غرایا۔غصہ شاید ان لوگوں کے زینے کی طرف پہنچ جانے کی وجہ سے تھا۔

'' کیا تم اس پوزیشن میں ہو محمود... کہ زینے کا دروازہ کھول سکو''

'' میں کوشش کرتا ہوں۔''

"اور میں تمہیں اس کوشش میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔"

"اللہ مالک ہے۔"

"تم فکر نہ کرو محمود... ہم کسی اور زینے سے چھت پر آجائیں گے۔"

"ضرور... ضرور... کیوں نہیں۔" سیاہ پوش نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

ساتھ ہی اس نے محمود پر بہت زیادہ نپے تلے انداز میں چھلانگ لگائی۔ محمود نے بچنے کی پوری کوشش کی... اور اس کے پاس سے نکلتے ہوئے دایاں ہاتھ گھما دیا... اس کا یہ ہاتھ سیاہ پوش کی گردن پر لگا... وہ اوندھے منہ گرا... ساتھ ہی ایک آواز آئی:

"حیرت ہے۔"

محمود چونک اٹھا... کیونکہ یہ آواز سیاہ پوش کی نہیں تھی... اس نے فوراً آواز کی طرف دیکھا... وہاں اسے ایک اور نقاب پوش کھڑا نظر آیا:

"بہت خوب! یک نہ شد دو شد۔"

"کیا ہوا محمود۔" انسپکٹر جمشید کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"مقابلے میں ایک اور نقاب پوش آگیا ہے، ابا جان۔"

"اوکے محمود... اب ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔"

"آپ پریشان نہ ہوں... میں انہیں دیکھ لوں گا۔"

"یہ ہوئی نا بات۔" دوسرا نقاب پوش ہنسا۔

اب وہ دو طرف سے محمود کی طرف بڑھے:

"گھبراؤ نہیں محمود... ہم پہنچ رہے ہیں۔"

"فکر نہ کریں... میں کوئی گھبراہٹ محسوس نہیں کر رہا۔"

"کرو گے... ضرور کرو گے۔" دوسرا نقاب پوش بولا۔

اچانک ان دونوں نے ایک ساتھ دو طرف سے چھلانگ لگائی... محمود ان کے چھلانگ لگانے سے پہلے ہی دھم سے گرا اور ایک طرف کو لڑھک گیا... دونوں ایک دوسرے سے ٹکرائے:

"کیا ہوا محمود..." اس بار پروفیسر داؤد کی آواز سنائی دی تھی... اور اس کا مطلب ہے... انہیں وہاں چھوڑ کر باقی لوگ وہاں سے چلے گئے تھے... تاکہ کسی اور طرف سے چھت پر آسکیں۔ اس پر اسے اطمینان محسوس ہوا... ساتھ ہی اس نے سوچا... ان دونوں سے جلد از جلد پیچھا چھڑا لینا چاہیے... ابھی تک اس نے خود حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی... چاقو اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا... ادھر وہ دونوں ایک بار پھر سنبھل چکے تھے اور تنے کھڑے تھے... محمود ایک ایک قدم کر کے ان کی طرف بڑھنے لگا... لیکن پھر اچانک اسے رک جانا پڑا...

ان دونوں نے اب پستول نکال لیے تھے :

'' اس کے ساتھی اوپر آنے کی کوشش شروع کر چکے ہیں ... اس سے پہلے کہ وہ آئیں... کم از کم اسے تو پار لگا ہی دیں ۔''

'' ٹھیک ہے ۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی ان دونوں نے دو فائر جھونک مارے ... محمود بلا کی تیزی سے اوپر کی طرف اچھلا تھا... ساتھ ہی اس نے ان میں سے ایک پر اپنا خنجر کھینچ مارا۔

ایک ہولناک چیخ گونج اٹھی :

'' کک... کیا ہوا محمود ۔'' پروفیسر داؤد کی کانپتی آواز سنائی دی۔

'' میں نے ان میں سے ایک کو پار لگا دیا... کیونکہ آپ فائرنگ کی آواز سن چکے ہوں گے ... اب یہ فائرنگ پر اتر آئے ہیں۔''

'' اور تم ... تم کس پر ۔''

'' بچ چاتو پر ۔''

ایسے میں دوسرے سیاہ پوش نے فائر کیا ...یہ وہ تھا ... جس کے دونوں ہاتھ ٹھیک تھے...مارا وہ گیا تھا جس کا ایک ہاتھ پہلے زخمی ہو چکا تھا۔خنجر اس کے دل کے آس پاس لگا تھا ۔

محمود اس کا وہ فائر بھی بچا گیا ...اس نے طیش میں آ کر اس کی طرف دوڑ لگا دی ... اور عین اس کے سامنے آ کر رکا ... جونہی رکا... اس کا دایاں ہاتھ حرکت میں آ گیا... محمود کو اس کا مکا سر کی طرف آتا نظر آیا تو وہ بجلی کی تیزی سے جھک گیا اور سر کی ٹکر اس کے پیٹ میں دے ماری ... وہ کسی بھینسے کی طرح ڈکرایا... ساتھ ہی محمود نے اپنے دائیں ہاتھ کی کہنی اس کی کمر پر رسید کی... اس کے منہ سے دل دوز چیخ نکل گئی اور وہ دھپ سے چھت پر آ رہا ... محمود پر گویا جنون سوار ہو چکا تھا ...اس نے اس کی کمر پر چھلانگ لگا دی اور اچھلنے لگا... پھر اس کے منہ سے چیخیں بلند ہونے لگیں :

'' یہ...یہ کیا ہو رہا ہے محمود ... باقی ساتھیوں کی آوازیں سنائی نہیں دیں... کیا وہ اب تک نہیں پہنچے ۔''

''نہیں انکل ... لیکن اللہ کی مہربانی سے میں نے ان دونوں کا بندوبست کر دیا ہے ۔''

'' اوہ ... بہت خوب!''

'' کوئی بات نہیں... ابھی ہمارے ترکش خالی نہیں ہوئے ... ان میں بہت تیر ہیں ۔''

یہ کھردری آواز محمود کو چونکا گئی... کیونکہ یہ آواز وہ پہلے بھی سن

چکا تھا... تاہم اسے یاد نہ آسکا کہ وہ کس کی ہے ...اس نے دیکھا... چھت کے ایک طرف سے لمبے قد کا طاقت ور آدمی اس کی طرف چلا آرہا تھا... اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک راڈ تھا... تھا وہ بھی سیاہ پوش ... نزدیک پہنچنے سے پہلے ہی اس نے لوہے کے راڈ کو لاٹھی کی طرح گھمانا شروع کر دیا اور اس وقت محمود نے صاف محسوس کر لیا کہ وہ لاٹھی گھمانے کا ماہر ہے :

’’ارے باپ رے ۔‘‘ محمود کے منہ سے مارے خوف کے نکلا... کیونکہ اب وہ خالی ہاتھ تھا... اس نے اپنے حواس بحال کیے اور تیزی سے چھت کا جائزہ لیا... پھر اس سے پہلے کہ لوہے کے راڈ والا سیاہ پوش اس کے اور نزدیک پہنچتا... وہ ایک طرف کو بھاگ کھڑا ہوا:

’’ہا ہاہا۔‘‘ سیاہ پوش کا قہقہہ گونج اٹھا... وہ پاگلوں کی طرح ہنس رہا تھا...دراصل وہ سمجھا تھا کہ محمود اس سے ڈر کر بھاگا ہے ... اچانک اس کے قہقہے میں بریک لگ گیا... کیونکہ محمود اس کے قہقہے سے فائدہ اٹھا کر اس سیاہ پوش تک پہنچ چکا تھا... جس کے سینے میں اس کا خنجر اترا تھا...اس کے نزدیک پہنچتے ہی اس نے خنجر اس کے سینے سے نکال لیا... اور ساتھ ہی اس کا پستول اس کے ہاتھ سے نکال لیا...وہ بالکل بے جان پڑا تھا۔

محمود کے بھاگ پڑنے کی وجہ سے اسے رک جاناپڑا تھا ... پھر محمود کے رکنے پر اس نے راڈ گھماتے ہوئے اپنا رخ تبدیل کیا اور اب پھر پہلے کی طرح اس کی طرف آرہا تھا۔

’’شاید تم نے دیکھا نہیں ۔‘‘ محمود چہکا۔

’’کیا نہیں دیکھا ۔‘‘

’’یہ دیکھو... میرے ایک ہاتھ میں چاقو اور دوسرے میں پستول ہے اور یہ وہی چاقو ہے ...جو تمہارے ایک ساتھی کو پہلے ہی موت کی نیند سلا چکا ہے...اور میرے دوسرے ہاتھ میں تمہارے ساتھی کا پستول ہے ۔‘‘

’’نن نہیں ۔‘‘ اس کا راڈ والا ہاتھ رک گیا۔

’’ہاں تو اب کیا پروگرام ہے ۔‘‘

’’گولی نہ چلانا... نہ چاقو پھینکنا ... ہم تم سے مذاکرات کر لیتے ہیں ۔‘‘

’’پہلے کیوں نہیں کیے تھے مذاکرات ۔‘‘ محمود نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

’’غلطی ہوگئی ۔‘‘

’’نہیں... یہ بات نہیں... تم موقعے اور محل کی تلاش میں ہو...

لیکن میں تمہیں موقع اور محل کیوں دوں... یہ لو تم بھی اپنے ساتھیوں کے پاس چلے جاؤ۔''

''نن نہیں۔''

اور پھر اچانک اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا تھا۔ اس نے لوہے کا راڈ پوری طاقت سے محمود پر پھینک مارا ...ادھر محمود نے اس پر فائر کیا... ساتھ ہی ایک خوفناک آواز سنائی دی:

''بہت خوب!''

☆☆☆☆☆

سرخی

محمود نے فائر کرتے ہی چھلانگ لگائی تھی۔ اس طرح وہ لوہے کے راڈ سے بال بال بچا... جب کہ اس کا دشمن اس کی گولی سے نہیں بچا تھا... گولی اس کی پیشانی پر لگی تھی اور وہ آواز نکالے بغیر کسی شہتیر کی طرح گرتا چلا گیا تھا۔ محمود نے دیکھا...اب چھت پر ایک سیاہ پوش تنا کھڑا تھا اور یہ بہت خوب دراصل اس نے کہا تھا:

'' اس میں شک نہیں کہ تم بہادر ہو، پھرتیلے ہو ... لیکن اس چھت پر آج تمہاری شکست لکھی ہے۔''

''شکست اور فتح اللہ کے ہاتھ ہے۔'' محمود اس پر نظریں جمائے ہوئے بولا ... وہ اگرچہ خالی ہاتھ تھا، لیکن اس کے کھڑے ہونے کا انداز ایسا تھا جیسے محمود سے ذرا بھی خوف زدہ نہ ہو ... اگرچہ محمود کے ہاتھ میں پستول بدستور موجود تھا۔

'' میرا نشانہ اتنا کچا نہیں ... جتنا تم سمجھ رہے ہو۔'' یہ کہتے ہوئے

محمود مسکرایا۔

'' مجھے اندازہ ہے ... میں نے اس تاریک گوشے میں کھڑے رہ کر تمہارے لڑنے اور فائر کرنے، بلکہ چاقو پھینکنے کے انداز کو دیکھا ہے ... بہت خوب ہو اور کیوں نہ ہو، آخر انسپکٹر جمشید کی اولاد ہو ... لیکن مجھے افسوس ہے... آج کا دن تم لوگوں کی شکست کا دن ہے ... یہ ہوٹل تمہارے لیے چوہے دان ثابت ہوگا۔''

'' ایسی گیدڑ بھبکیوں سے ڈرنے والے اے آسمان نہیں ہم۔''

''اسے بتا دو ... میں گیدڑ بھبکیاں دینے کا عادی نہیں۔'' اس نے سرد آواز میں کہا۔

فوراً ہی چھت کے چاروں طرف سے سیاہ پوش اس کی طرف بڑھتے نظر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی پستول تھے اور ان کی نالوں کا رخ اس کی طرف تھا۔ اس نے پریشان کن انداز میں ان بڑھتے ہوئے چاروں حملہ آوروں پر نظر ڈالی:

'' پستول سے اس پر وار کر کے کیا مزہ آئے گا ... اپنے ہاتھوں سے مرمت کریں گے۔'' ایک سیاہ پوش نے کہا۔

'' آپ فکر نہ کریں ...''

وہ اس انداز میں نزدیک آئے تھے کہ محمود ادھر ادھر نکلنے کے

قابل نہیں رہا تھا:

'' تم ہمارے چار پستولوں کی زد میں ہو اور تمہارے ہاتھ میں صرف ایک پستول ہے ... اگر ہم ایک ہی وقت میں فائر کریں تو تم چاروں گولیوں سے ایک ہی وقت میں نہیں بچ سکو گے... جب کہ تمہارے پستول کی گولیوں سے ہم میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچے گا ... تو کیا اس سے یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم یہ لڑائی ہاتھوں اور پیروں سے لڑیں۔''

''لیکن یہ بھی تو انصاف نہیں۔'' ایک اور آواز گونجی اور یہ آواز تھی فاروق کی ... پائپ کے راستے وہ چھت پر آچکا تھا اور اب چھت کے کنارے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ تھی اور ہاتھ میں پستول:

'' بہت خوب فاروق ... عین وقت پر آئے۔''

'' شکریہ محمود ... مجھے افسوس ہے ... آنے میں دیر لگ گئی... دراصل یہ چھت تیسری منزل پر ہے ... اتنی اونچائی پر آنا پڑا۔''

'' شکریہ فاروق... جی خوش کر دیا ... اب ہم ان سے نبٹ لیں گے۔''

فاروق کے آنے سے وہ لوگ بھی گڑبڑا گئے تھے... ابھی تک تو

وہ اکیلے محمود پر قابو نہیں پا سکے ... کہ اب ایک اور آ گیا تھا ... اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے ... فاروق نے اچانک کہا:

"اور ابھی انہیں معلوم نہیں... وہ دیکھو... کون چلا آ رہا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ ایک طرف ہو گیا... ادھر ان پانچوں نے اس سمت دیکھا... ادھر محمود نے فائر کھول دیا ... اس نے آن کی آن میں چار فائر کیے تھے اور چاروں گولیاں ان کے پستولوں پر لگی تھیں... پستول ان کے ہاتھوں سے نکل گئے... وہ چلایا:

"فاروق زینہ۔"

فاروق نے زینے کی طرف دوڑ لگا دی ... اس سے پہلے کہ وہ زخمی ہاتھوں کے ساتھ حرکت کرتے ... فاروق نے زینہ کھول دیا:

"اللہ کا شکر ہے ... میں تو زینے کا قیدی بن گیا تھا۔" پروفیسر داؤد چہکتی آواز میں بولے اور چھت پر آ گئے۔

"اب ہم تین ہو گئے ... ہم میں سے دو کے ہاتھوں میں پستول ہیں... اور تم پانچوں خالی ہاتھ۔"

"ایسی کوئی بات نہیں..." بعد میں آنے والے سیاہ پوش نے شوخ آواز میں کہا۔

"کیا کیسی بات نہیں۔"

"ہم اب بھی تم سے بہتر پوزیشن میں ہیں... ابھی تمہیں اندازہ نہیں۔"

"یہ جو ہمارے انکل ہیں نا... پروفیسر داؤد ... تم انہیں نہیں جانتے... یہ تم جیسے سو پر بھاری ہیں... یقین نہیں تو یہ تمہیں ابھی یقین دلا دیں گے... کیوں انکل۔" فاروق بولا۔

"کک... کیا دلا دوں انہیں۔" پروفیسر داؤد بے خیالی کے عالم میں بولے۔

"یقین اور کیا۔" محمود نے فوراً کہا۔

"کس بات پر ... یہ بھی تو کہو نا۔" محمود جھلا اٹھا۔

"اس بات پر کہ ہمارے انکل تم جیسے سو پر بھاری ہیں۔"

"بہتر ہوگا ... ہم ہاتھوں اور پیروں کی جنگ لڑ لیں۔"

"کیا ضرورت ہے ... ہم کیوں خود کو تھکائیں... اچھا بھلا پستول میرے ہاتھ میں ہے ... اور ایک پستول فاروق کے پاس ہے ... اور پروفیسر انکل کے پاس تو پستول سے زیادہ خطرناک چیزیں ہیں... انکل ایک آدھی چیز ان کی طرف لڑھکا دیں نا ... تاکہ پھر ہم اپنا کام اطمینان سے کر سکیں۔"

"اوہ اچھا! یہ بات ہے ... پہلے کیوں نہیں کہا تھا۔" وہ گڑ بڑا

کر بولے۔

"تو انکل! اب تو کہہ دیا نا۔"

"اوہ ہاں! یہ تو میں بھول ہی گیا۔" پروفیسر داؤد نے بوکھلا کر کہا۔

"جی ... بھول گئے... کیا بھول گئے۔"

"یہ کہ تم نے اب تو کہہ دیا نا... لو تم بھی کیا یاد کرو گے۔ میں ان کی طرف ایک گیند لڑھکا رہا ہوں... یہ اس سے کھیلتے رہیں گے اور ہم اپنا کام کرتے رہیں گے۔ کیا خیال ہے۔"

"بہت اچھا خیال ہے۔"

اب وہ پروفیسر داؤد کو روک تو سکتے نہیں تھے... کیونکہ محمود اور فاروق کے ہاتھوں میں پستول تھے...جب کہ وہ پانچوں خالی ہاتھ تھے... انہوں نے جونہی گیند ان کی طرف لڑھکائی ... محمود دوڑ کر ان کے پاس آگیا اور یہی فاروق نے کیا... گیند ان کے پیروں کے پاس جا کر رکی... لیکن کچھ بھی نہ ہوا:

"یہ کیا انکل! کوئی دھماکا نہیں ہوا۔"

"ششش ... شاید۔" پروفیسر ہکلائے۔

"ہاں... کہیے۔"

"شاید میں غلطی سے دوسری گیند لے آیا ہوں... خیر... ایک اور چیک کرتا ہوں... اگر یہ بھی نہ پھٹی تو مجھے یقین ہو جائے گا۔"

"کس بات پر یقین ہو جائے گا۔"

"اس بات پر کہ میں انہیں یقین نہیں دلا سکتا۔"

"ہاہاہا..." وہ پانچوں قہقہے لگانے لگے۔

عین اس وقت جب وہ بے تحاشہ قہقہے لگا رہے تھے ... ہنس ہنس کر بے دم ہوئے جا رہے تھے... پروفیسر داؤد نے ایک گیند ان کے پیروں پر کھینچ ماری...ایک زور دار دھماکا ہوا۔وہ بری طرح اچھل کر گرے... جب کہ وہ تینوں زینے سے جا لگے تھے اور انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو پکڑ لیا تھا... اس طرح وہ تو محفوظ کھڑے رہے تھے، جب کہ سیاہ پوش لوگ لمبے لیٹے نظر آئے۔

"باقی لوگ کہاں رہ گئے۔"

"پائپ کا اوپر والا سرا بہت زیادہ اونچائی پر تھا...میں نے ہی انہیں روک دیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ زینے پر آ جائیں، میں موقع ملتے ہی کھول دوں گا... لہٰذا وہ اس وقت تک اوپر آ چکے ہیں ..."

"فاروق ٹھیک کہہ رہا ہے ... ہم آ چکے ہیں... سنا ہے ... محمود چھت پر بہت خوب رہا... اس نے بڑی جوان مردی سے ان کا مقابلہ

کیا ہے۔''

''پہلے تو یہ بتائیں... آپ نے کیسے سن لیا۔''

''پروفیسر صاحب موبائل پر ہم سے رابطہ رکھے ہوئے تھے۔''

''اوہ اچھا... آئیے... پہلے چھت کا جائزہ لے لیں... آخر یہ کہاں سے نکل نکل کر اوپر آ رہے تھے۔'' محمود نے کہا۔

''پہلے ان لوگوں کو باندھ لینا چاہیے۔''

''اکرام کو اوپر بلا لیتے... یہ کام... اس کے ماتحت کرتے رہیں گے... ہمیں تو ابھی اس ہوٹل کا جائزہ لینا ہے۔''

یہ کہہ کر انہوں نے اکرام کو صورت حال بتائی... جلد ہی وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ اوپر آ گیا... زخمیوں اور لاشوں کو اس کے حوالے کر کے وہ چھت پر اس جگہ آئے جس جگہ سے سیاہ پوش نمودار ہوتے رہے تھے... انہوں نے دیکھا، وہاں چھت پر ایک چوکور خلا تھا اور لوہے کی سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ گویا یہ لوگ نیچے سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئے تھے... اب نہ جانے نیچے یہ سیڑھیاں کہاں جا رہی تھیں:

''سیڑھیاں اتر کر نیچے جانا تو خطرناک ہوگا... ادھر آتش دان سے بھی لوہے کی سیڑھیاں نیچے جا رہی ہیں... کیا نیچے تک یہ ایک ہی جگہ جا رہی ہے۔''

''کیا کہا جا سکتا ہے، ایک جگہ جا رہی ہیں یا دو الگ الگ جگہوں پر جا رہی ہیں۔''

''تو ان میں سے کسی سے پوچھ لیتے ہیں۔'' خان رحمان نے منہ بنایا۔

''اوہ ہاں! انہیں تو ہم بھول ہی گئے۔''

ایک زخمی کو ہوش میں لایا گیا... اکرام نے سرد لہجے میں کہا:

''ان سیڑھیوں سے نیچے کیا ہوٹل کا تہ خانہ ہے۔''

''ہاں!'' اس نے فوراً کہا۔

''ادھر اب تہ خانے میں اور کتنے لوگ ہیں۔''

''بس ہم پانچ ہی تھے... باقی سب جا چکے ہیں۔''

''اور چمنی کے نیچے جو سیڑھیاں ہیں... وہ کہاں جاتی ہیں۔''

''وہ ہوٹل سے باہر لے جاتی ہیں... ہوٹل کے پچھلی طرف۔''

''اچھی بات ہے... ہم تہ خانے میں جا رہے ہیں... تم ہمارے آگے آگے چلو گے۔''

''جی... مم... میں...'' وہ ہکلایا۔

''ہاں! اگر نیچے کوئی نہیں تو پھر آگے چلنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے نا۔'' اکرام مسکرایا۔

'' نن نہیں ۔'' اس نے کانپ کر کہا۔

'' اس کا مطلب ہے ... نیچے ابھی کچھ لوگ ہیں ۔''

'' ہاں! یہی بات ہے ۔''

'' اور تہ خانے کا راستہ کہاں نکلتا ہے ۔''

'' اس کا راستہ بھی ہوٹل کے پچھلی طرف ہے ۔''

''تم کہتے ہو ، وہ لوگ نیچے ہیں...جب کہ امکان اس بات کا ہے کہ اوپر جنگ وجدل شروع ہوتے ہی وہ نکل گئے ہوں گے ۔''

''میرا مطلب ہے ... جب مجھے اوپر بھیجا گیا ، اس وقت وہ لوگ نیچے تھے ۔''

'' ہوں... اکرام ہوٹل کے پچھلے حصے پر فورس بلا لو ... نہ جانے نیچے کتنے لوگ موجود ہوں...اور کیا صورت حال پیش آئے ۔''

''اوکے ۔''

انتظامات کرنے میں ایک گھنٹہ لگ گیا ... پھر بار بار اعلانات کیے گئے کہ نیچے موجود لوگ باہر نکل آئیں ...ورنہ پھر فائرنگ شروع کر دی جائے گی ...یہ اعلانات ہو چکے اور کوئی باہر نہ آیا ، اور نہ کسی نے باہر نکلنے کا اعلان کیا تو وہ فائرنگ کرتے ہوئے نیچے اترتے چلے گئے ... کیونکہ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ چمنی کی طرف سے بھی

اکرام اور اس کے ماتحت فائرنگ کرتے سیڑھیاں اترتے نیچے پہنچے تو انہوں نے خود کو ایک بہت بڑے ہال میں پایا ...دونوں راستے وہیں نکلتے تھے ... اب سب ہال میں جمع تھے... لیکن دشمن کا کوئی آدمی بھی وہاں نہیں تھا... نہ باہر نکلتے کوئی نظر آیا تھا... باہر موجود فورس کی رپورٹ یہی تھی :

'' اس کا مطلب ہے ... سب لوگ پہلے ہی نکل گئے تھے ...'' انسپکٹر جمشید بڑ بڑائے ۔

'' اس طرف کچھ کمرے بھی نظر آ رہے ہیں ۔'' ایسے میں فرزانہ نے کہا۔

''اوہ ہاں! انہیں بھی دیکھ لینا چاہیے ۔''

ادھر وہ سب ان کمروں کی طرف چل پڑے ...ہال چونکہ بہت بڑا تھا اور کمرے ایک طرف تھے، اس لیے تقریباً ایک منٹ تک پیدل چلنے کے بعد وہ ان کمروں کے نزدیک پہنچ سکے ۔فرزانہ کے اٹھتے قدم رک گئے ... اس کے منہ سے مارے خوف کے نکلا :

'' ارے باپ رے ۔''

'' کک... کیا ہوا...یہ یہاں ارے باپ رے کہاں سے ٹپک پڑا۔''

’’ ایسا لگتا ہے ... جیسے ان میں سے کسی کمرے میں کوئی ہے ۔‘‘

’’ اوہ !‘‘ وہ سب ایک ساتھ بولے ۔

اب وہ دبے پاؤں آگے بڑھے ...ایک کمرے کا دروازہ دھکیل کر دیکھا۔ اس میں کوئی نہیں تھا...اسی طرح دوسرے کمرے کا دروازہ کھولا گیا ...اس میں بھی کوئی نہیں تھا... ایک ایک کرکے وہ کمرے دیکھتے چلے گئے ... پھر وہ ایک کمرے کے سامنے رک گئے... کیونکہ اس پر تالا لگا تھا :

’’ چلو محمود ... کھولو تالا ۔‘‘

’’ دیکھ لیجیے ابا جان ۔‘‘

’’ اور دیکھ کیا لوں ۔‘‘ انہوں نے منہ بنایا۔

’’ کہیں اندر سے یک دم گولیوں کی بوچھاڑ نہ ہو جائے ہم پر ۔‘‘

’’ ہوں... خیر پہلے پوزیشن لے لیتے ہیں ۔‘‘

’’ اور دروازہ کھولنے والا کیا کرے گا ۔‘‘

’’ یہ کام میں کروں گا ... ادھر دروازہ کھلے گا ... ادھر میں لوٹ لگا جاؤں گا... تم فکر نہ کرو ۔ اگر اندر سے فائرنگ کی گئی تو میں اس کی زد میں نہیں آؤں گا۔‘‘

’’ چلیے ٹھیک ہے ۔‘‘

اب ان سب نے ادھر ادھر کمروں کی اوٹ میں اور دیواروں کے ساتھ پوزیشن لے لی... کسی نہ کسی طرح انہوں نے اس دروازے کو زد میں لے رکھا تھا۔ اور اندر سے فائرنگ ہونے کی صورت میں وہ بھرپور انداز میں فائر کر سکتے تھے۔ آخر انسپکٹر جمشید نے تالا کھول ڈالا... انہوں نے چٹخنی گرائی اور دروازے کو دھکا لگانے کے بعد برق رفتاری سے دروازے کے دائیں طرف لوٹ لگا گئے ۔

☆☆☆☆☆

تل

لوٹ لگا جانے کے بعد بھی اندر سے کوئی فائر نہ ہوا تو ان سب نے سکون کا سانس لیا۔ انسپکٹر جمشید بھی اب اوٹ میں تھے۔ اس وقت اکرام نے اعلان کرنے کے انداز میں یہ الفاظ کہے:

"آپ لوگ باہر نکل آئیں... آپ کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی... پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔"

ان الفاظ کے جواب میں بھی اندر خاموشی رہی:

"میرا خیال ہے... اندر کوئی بھی نہیں ہے۔" محمود نے کہا اور کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا۔

"احتیاط پھر بھی ضروری ہے... میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔" فرزانہ نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

"تب پھر میں باہر رہ کر کیا کروں گا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

اب تینوں اندر داخل ہو گئے... ان کے ہاتھوں میں پستول بالکل

تیار تھے... یہ ایک کافی بڑا کمرہ تھا... اس میں پانچ بستر لگے ہوئے تھے اور پھر ان بستروں پر نظر پڑتے ہی وہ بری طرح اچھلے۔ ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

"ارے باپ رے۔"

"کیا ہوا؟" انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا، ساتھ ہی وہ بھی اندر داخل ہو گئے۔ ان کی نظریں بستروں پر جم گئیں:

"اُف مالک! یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔" ان کے منہ سے نکلا۔

پھر وہ مل جل کر حرکت میں آ گئے، کیونکہ ان بستروں پر پانچ افراد رسیوں سے بندھے تھے... ان کے منہ بھی باندھے گئے تھے... ان میں ایک مرد، ایک عورت، اور تین بچے تھے... بچوں میں دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔

انہوں نے جلدی جلدی ان کی رسیاں کاٹ ڈالیں... چہروں پر بندھے کپڑے ہٹاتے گئے تو ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

"ارے! یہ کیا۔"

ایک حیرت بھرا منظر ان کے سامنے تھا... ظفران قاضی، ان کی بیوی اور تین بچوں کی ہو ہونقل ان کے سامنے تھی... یعنی بستر پر پڑے مرد کی شکل بالکل ظفران قاضی جیسی تھی، اور ایک اور بات چونکا دینے

والی تھی کہ مرد کے ایک ہاتھ کی چھ انگلیاں تھیں اور چھٹی انگلی پیچھے کی طرف مڑی ہوئی تھی... عورت کی شکل صورت بالکل بیگم ظفران قاضی جیسی تھی، اور ان بچوں کے حلیے بالکل ظفران قاضی کے بچوں جیسے تھے:

''یہ... یہ سب کیا ہے... یہ ہم کیا دیکھ رہیں۔''

''یہ وہی لوگ ہیں... جنھوں نے ایک ماہ ظفران قاضی کے گھر میں گزارا۔''

''اوہ۔'' وہ حیرت زدہ رہ گئے۔ ادھر انسپکٹر جمشید ان سے بولے:

''یہ سب کیا ہے... کیا آپ کوئی وضاحت کریں گے۔''

''میرا نام سلمان قاضی ہے... یہ میری بیوی اور بچے ہیں... میں بچپن میں گھر سے بھاگ گیا تھا۔ ادھر ادھر بھٹکتے... بھٹکاتے میں جوان ہوگیا... آخر ایک نیک آدمی میرا سہارا بن گیا... اس نے مجھے اپنے گھر میں رکھ لیا... میری شادی کر دی... میں اسی کے دفتر میں کام کرنے لگا... پھر میرے ہاں یہ تین بچے پیدا ہوئے... اس وقت مجھے اپنا بڑا بھائی یاد آیا... میں نے سوچا... چل کر اس سے مل تو لوں... مجھے گھر یاد تھا... لیکن اس دن سے پہلے کبھی یہ خواہش نہیں جاگی تھی... نہ جانے اچانک کیوں یہ خواہش محسوس ہوئی... ہم لوگ رات کے وقت

گھر کے دروازے پر پہنچے... یعنی عشا کے بعد کا وقت ہو گا... ہم نے دروازے پر دستک دی تو ایک شخص نے دروازہ کھول دیا اور ہمیں اندر آنے کا اشارہ کیا... ہم اندر پہنچ گئے... میں نے اس شخص سے پوچھا... آپ کون ہیں... ظفران قاضی کہاں ہیں... اس نے بتایا کہ ظفران قاضی اور ان کے گھر کے افراد ایک ماہ کے لیے کسی تفریحی مقام پر گئے ہیں... لیکن آپ کی شکل صورت ان سے اس قدر ملتی جلتی کیوں ہے ... میں نے اسے بتایا کہ میں ان کا چھوٹا بھائی ہوں... اس پر اس نے کہا... ٹھیک ہے، آپ لوگ یہاں خوشی سے رہیں... لیکن ہم وہاں کیونکر ٹھہر سکتے تھے... ملازم کو ان کے موبائل نمبر معلوم نہیں تھے... اس لیے ہم ان سے رابطہ نہیں کر سکتے تھے... ملازم نے بہت زور دیا کہ ہم لوگ وہاں رہیں... آخر ہم نے وہاں ٹھہرنے کا فیصلہ کر لیا... اس طرح ہم تقریباً 28 دن وہاں رہے... پھر اس ملازم نے ایک دن اچانک اپنے ساتھیوں کی مدد سے ہمیں باندھ لیا اور ایک بند گاڑی میں ڈال کر یہاں لے آیا... اس دن سے ہم یہاں قید ہیں... ہمیں دو وقت کھانا دے دیا جاتا تھا اور پھر باندھ دیا جاتا ہے... نہ جانے یہ کیا چکر ہے۔''

''چکر تو اب اور زیادہ گہرا ہو گیا ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے سرد آہ بھری۔

"کیا مطلب ! یہ کیا کہا آپ نے ۔"

"آپ کی اور ظفران قاضی صاحب کی شکل صورت تو ایک جیسی ہوسکتی ہے ... کیونکہ آپ دونوں سگے بھائی ہیں... لیکن آپ کی بیوی کی شکل صورت ظفران قاضی کی بیوی جیسی نہیں ہوسکتی ... نہ آپ کے تینوں بچوں کی شکل صورت ان کے تینوں بچوں جیسی ہوسکتی ہے... لہٰذا یہ تو آپ بتائیں... کہ یہ کیا چکر ہے ۔"

"مجھے کچھ معلوم نہیں ۔" اس نے بوکھلا کر کہا ۔

"کیا مطلب... کیا آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ پانچوں کی شکل صورت ان پانچوں سے ملتی جلتی کیونکر ہوسکتی ہے ۔"

"ہم نے تو ابھی ان لوگوں کو دیکھا ہی نہیں... شاید آپ نے میری بات غور سے نہیں سنی۔ میں نے تو بتایا ہے کہ جب ہم لوگ ظفران بھائی سے ملنے کے لیے آئے تو ملازم نے بتایا تھا کہ وہ تفریحی مقام پر گئے ہیں اور ان کی واپسی ایک ماہ تک ہوگی ...پھر اس نے ہمیں وہیں ٹھہرنے کے لیے کہا تھا اور ہم وہیں رہے تھے ... لیکن مہینہ پورا ہونے سے پہلے ہی ہمیں وہاں سے باندھ کر ایک بند گاڑی میں ڈالا گیا اور یہاں لے آیا گیا۔"

"اچھا ایک سوال ... جب آپ لوگ وہاں رہ رہے تھے تو کیا

بجلی کی وائرنگ میں کوئی گڑ بڑ ہوگئی تھی ؟"

"ہاں! ایسا ہوا تھا ... میں ایک دکان پر گیا تھا اور دکان کے مالک کو صورت حال بتائی تھی... پھر اس نے ایک کاری گر کو بھیجا تھا ۔"

"اور جب اس نے کام کر لیا تھا تو آپ نے اس کی مزدوری نہیں دی تھی... یہ کہا تھا کہ کل آ کر لے جانا۔"

"ہاں اس وقت ہمارے پاس پیسے نہیں تھے...اس لیے میں نے کہہ دیا تھا کہ کل لے جائیں... دوسرے دن ہم وہاں ٹھہرے ہی نہیں تھے...اس لیے وہ اجرت ادا نہیں ہوسکی ۔"

"یہ تو بات ہوگئی ... آپ کی طرف کی ... دو دن بعد وہاں ظفران قاضی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ پہنچے تو وہ کاری گر اپنا بل لینے کے لیے وہاں آیا، لیکن انہوں نے اس سے کہا تھا کہ انہوں نے تو کوئی کام کرایا ہی نہیں... یہاں یہ معاملہ شروع ہوا ... کیونکہ کاری گر ندیم اختر کو یہ بات سن کر بہت حیرت ہوئی۔ رقم کوئی بڑی نہیں تھی... اس طرح وہ ہمارے پاس آیا... اسے آپ کے گال پر تل دائیں طرف اور ظفران قاضی کے بائیں طرف نظر آیا تھا...یہ بات اسے انوکھی لگی تھی ۔"

"آپ کون ہیں ؟"

"ہم... ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے۔"

"ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔"

"میرا خیال ہے... ہم یہاں سے ظفران قاضی کی کوٹھی چلتے ہیں... اب بات آمنے سامنے ہو گی... اور ہاں... گھر میں آپ کو جو ملازم ملا... کیا آپ اس کا حلیہ بتا سکتے ہیں... کیونکہ ظفران قاضی کے گھر میں کوئی ملازم نہیں ہے۔"

"ہاں! کیوں نہیں... وہ لمبے قد کا دبلا پتلا آدمی تھا... رنگ سانولا تھا... آنکھیں بھی سیاہ اور گول تھیں..." وہ بتا رہا تھا کہ انسپکٹر جمشید بول اٹھے:

"بس کافی ہے... ہم سمجھ گئے... آیئے چلیں۔"

اس نے جو حلیہ بتایا، وہ نادر کوبرا کا تھا... گویا اس کیس میں نادر کوبرا ایک اہم کردار ہے... اسی کی زنجیر ملی تھی۔ اب یہ سب لوگ ظفران قاضی کے ہاں پہنچے... ظفران قاضی کی نظریں ان لوگوں پر پڑیں تو وہ دھک سے رہ گئے:

"یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔" وہ چلا اٹھے۔

"ان کا کہنا ہے... یہ سلمان قاضی ہیں۔"

"نن نہیں۔" مارے حیرت کے ان کے منہ سے نکلا... پھر

انہوں نے باقی لوگوں پر ایک نظر ڈالی... اور آخر بولے:

"یہ... بھلا یہ کیسے ممکن ہے... میری اور سلمان کی شکل تو چلو ایک جیسی ہو سکتی ہے... میری بیوی اور ان کی بیوی کی شکل کیسے ایک ہو سکتی ہے اور اسی طرح تینوں بچے میرے بچوں کے ہم شکل کیسے ہو سکتے ہیں... یہ ضرور کوئی چکر ہے۔"

"اگر یہ چکر ہے تو آپ اس کی وضاحت کر دیں۔" انسپکٹر جمشید نے جلدی سے کہا۔

"مم... میں وضاحت کر دوں... بھلا میں کیا وضاحت کروں گا... میری تو عقل دنگ ہے۔"

"میں آپ کا بھائی ہوں... مجھے تو بس یہ بات معلوم ہے... میں نے اس خاتون سے شادی کی... مجھے تو معلوم نہیں تھا کہ اس کی شکل صورت آپ کی بیوی جیسی ہے اور پھر میرے ہاں یہ تین بچے پیدا ہوئے... یہ ان کے ہم شکل کس طرح ہیں... میں کچھ نہیں جانتا۔"

"لیکن میں جانتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب... آپ کیا جانتے ہیں۔"

"آپ دونوں میں سے ایک گھرانہ ضرور نقلی گھرانہ ہے۔"

"کیا کہا آپ نے... یعنی آپ کے خیال میں میں بھی نقلی ہو

سکتا ہوں۔''

'' ہاں! کیوں نہیں... یا یہ نقلی ہیں یا آپ ... کیونکہ حالات ہی ایسے ہیں... لیکن ہم ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کیے دیتے ہیں۔''

'' تو پھر کریں دودھ کا دودھ ...اور پانی کا پانی۔''

'' اچھی بات ہے ... ہم یہاں ندیم اختر کو بلا لیتے ہیں... کیونکہ یہ کیس اس شریف آدمی سے شروع ہوا تھا۔ اسی نے ہماری توجہ اس طرف دلائی تھی۔''

'' ضرور بلائیں... ہم تو خود چاہیں گے... پانی کا پانی اور دودھ کا دودھ ہو جائے۔''

انسپکٹر جمشید نے ندیم اختر کے نمبر ملائے اور اسے ہدایات دیں۔

جلد ہی وہ پہنچ گیا:

'' ندیم صاحب! اب آپ ان لوگوں کو دیکھیں... کیا یہ وہی ہیں، جنہوں نے آپ کو بجلی کے کام کے لیے بلایا تھا۔''

اس نے نظر بھر کر انہیں دیکھا... پھر بولا:

'' یہ...یہ بالکل وہی ہیں... د... دیکھیے! میں نے کہا تھا نا کہ ان کے دائیں گال پر تل تھا... اب دیکھ لیں... تل موجود ہے یا

نہیں... جب کہ ان کے بائیں طرف تل ہے۔''

'' ہاں میں دیکھ رہا ہوں... آپ نے سنا سلمان صاحب! یہ صاحب کیا کہہ رہے ہیں... آپ لوگوں نے ان سے بجلی کا کام کرایا تھا نا۔''

'' ہاں! کرایا تھا... میں نے کب کہا کہ نہیں کرایا تھا۔''اس نے پر زور انداز میں کہا۔

''اور آپ یہاں تقریباً 28 دن تک رہتے رہے ہیں، پھر آپ کو یہاں سے اغوا کر لیا گیا اور اس ہوٹل کے تہ خانے میں قید کر دیا گیا... یہی بات ہے۔''

'' بالکل یہی بات ہے۔''

'' اور آپ یہاں اپنے بھائی سے اور ان کے بیوی بچوں سے ملنے کے لیے آئے تھے۔''

'' یہی بات ہے۔''

'' آج کے دور میں کیا آپ کو یہ بات عجیب نہیں لگی کہ گھر کا ملازم ان حضرات سے موبائل پر رابطہ نہ کر سکے ... ظاہر ہے، آپ نے کہا ہوگا کہ ان سے رابطہ کر کے آپ کے بارے میں بتایا جائے۔''

'' جی ہاں! میں نے کہا تھا... لیکن ملازم نے بتایا تھا کہ گھر کے

مالکان نے اپنا نمبر اسے نہیں بتایا... اس لیے رابطہ نہیں ہو سکتا ... سو میں نے کہا کہ کوئی بات نہیں ... ہم یہاں ایک ماہ گزار لیتے ہیں۔''

'' تب پھر ان لوگوں نے مہینا پورا ہونے پر آپ لوگوں کو یہاں سے اغوا کیوں کر لیا۔''

'' یہ بات ہماری سمجھ میں اب تک نہیں آئی...نہ جانے ان کا کیا پروگرام تھا۔''

'' ہم انہیں گرفتار کر لیں گے اور ان سے اگلوا لیں گے... آپ فکر نہ کریں... ظفران قاضی صاحب! آپ کیا کہتے ہیں ... کیا یہ آپ کے بھائی ہو سکتے ہیں۔''

'' بالکل نہیں ہو سکتے ... یہ ضرور کوئی سازش ہے۔''

'' کیا آپ کے چھوٹے بھائی کے دائیں گال پر تل تھا۔''

'' بالکل تھا۔''

'' پھر بھی آپ انہیں اپنا بھائی نہیں مان رہے۔''

'' اگر یہ میرے بھائی ہیں تو اتنا عرصہ کہاں رہے ... کیوں انہوں نے پہلے ملاقات نہیں کی... پھر آخر ان کی بیوی کی شکل صورت اور ان تینوں بچوں کی شکل صورت آخر کیسے ان سے بالکل مشابہ ہے ...یہ تو دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہو جائے گا۔''

'' ہاں! عجوبہ تو ہو جائے گا ... لیکن اب ہم کیا کریں... کیسے پتا چلائیں کہ یہ اصلی ہیں یا نقلی۔''

'' یہ آپ کا کام ہے ... آپ پتا چلائیں ...'' انہوں نے بڑا سا منہ بنایا۔

'' ہم تو پتا چلا ہی لیں گے ... ویسے ایک ترکیب ذہن میں آتی ہے۔'' ایسے میں فرزانہ بول اٹھی۔

'' کیا مطلب؟'' سلمان قاضی نے چونک کر کہا۔

'' میری بچی کہہ رہی ہے کہ ایک ترکیب ذہن میں آتی ہے ... ہاں فرزانہ بتاؤ کوئی حرج نہیں۔''

'' ترکیب یہ ہے کہ دونوں تل چیک کر لیے جائیں ... اگر دونوں اصلی ہیں تو پھر یہ واقعی ظفران قاضی اور سلمان قاضی ہیں... اور اگر ان میں سے کسی ایک کا تل نقلی ہے تو پھر وہ نقلی ہی ہے۔ کیا خیال ہے ... شروع کریں۔'' یہ کہتے ہی فرزانہ نے ان دونوں کی طرف غور سے دیکھا۔ سلمان قاضی کا رنگ اڑتا نظر آیا... جب کہ ظفران قاضی کے چہرے پر کسی قسم کے گھبراہٹ کے آثار نہیں تھے... انہوں نے کہا:

''ضرور چیک کرائیں۔''

'' آپ کیا کہتے ہیں۔''

"میرا تل بالکل اصلی ہے ... آپ ضرور چیک کرائیں۔"

انہوں نے اسی وقت فون کیا ... جلد ہی میک اپ کے ماہر وہاں پہنچ گئے۔ اکرام اور اس کے ماتحت تو پہلے ہی کوٹھی کے باہر چوکس موجود تھے:

"ان صاحب کے چہرے پر ایک عدد تل موجود ہے ... دیکھنا یہ ہے کہ اصلی ہے یا نقلی۔"

"ابھی پتا کر لیتے ہیں سر۔"

ان لوگوں نے اپنا کام شروع کیا ... ایسے میں ایک ماہر کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا:

"ارے! یہ کیا !!!"

☆☆☆☆☆

سرخی

انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا:

"خیر تو ہے۔"

"ان کا صرف تل ہی نقلی نہیں ہے ... پورے چہرے پر میک اپ کیا گیا ہے ... لیکن بہت مہارت سے کیا گیا ... عام ماہر تو پتا چلا بھی نہیں سکتا تھا۔"

"اوہ!" وہ ایک ساتھ بولے۔

"ٹھیک ہے ... میک اپ اتار دیں۔"

ماہرین اپنے کام میں مصروف رہے، آخر اس کا چہرہ بالکل اور نکل آیا... اس چہرے کو دیکھ کر اکرام نے چلا کر کہا:

"ارے! یہ تو ایک فلمی اداکار ہے ... فلم سٹوڈیو میں سے ایک اداکار کو قتل کر کے بھاگ گیا تھا اور پھر اس کا سراغ نہیں ملا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے، یہ وہاں سے بھاگ کر سیدھا ہوٹل شاشا

آیا تھا اور سرجون نے اسے پناہ دی تھی... ادھر سرجون کے کسی ساتھی نے پرانے اخبارات میں ظفران قاضی صاحب کے بھائی کی گم شدگی کی خبر پڑھ لی... بس اس کے ذہن میں یہ منصوبہ آگیا۔"

"منصوبہ... کون سا منصوبہ۔" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"ظفران قاضی کوئی چھوٹے موٹے مال دار آدمی نہیں ہیں، اس شہر کے بہت مال دار آدمی ہیں... یہ سارا منصوبہ ان کی دولت پر قبضے کرنے کا تھا۔"

"ان لوگوں کے چہروں پر ظفران قاضی اور ان کے گھر والوں کے میک اپ کر کے بھلا وہ دولت پر کس طرح قبضہ کر لیتے۔"

"نہایت آسانی سے... اصل لوگوں کو اغوا کر لیا جاتا اور ان کی جگہ یہ لوگ لے لیتے... یہ پہلے ہی وہاں ایک ماہ رہ کر سب کچھ سیکھ چکے تھے... ان کے لیے بھلا کیا مشکل ہوتا یہ کام... یہ تھا منصوبہ..."

"کیوں مسٹر انوپ کمار..." اکرام نے نقلی سلمان قاضی کے کندھے کو پکڑ کر ہلایا۔

"جی ہاں! یہی بات تھی۔"

"لیکن اس منصوبے میں غلطی تل والی ہو گئی... نقلی چہرے پر

تل دائیں طرف بن گیا... جب کہ ظفران قاضی کے تل بائیں طرف ہے... اور دوسری غلطی یہ ہوئی کہ بجلی مکینک ندیم اختر سے یہ کہہ دیا کہ بل کل آ کر لے لینا... اگر یہ بل اسی وقت ادا کر دیتے تو ہمیں اس منصوبے کا پتا بھی نہ چلتا... لیکن وہ جو کسی نے کہا ہے نا کہ جرم چھپ نہیں سکتا... تو سچ ہی کہا ہے۔"

"لیکن اس سے سرجون کو کیا فائدہ ہوتا... یہ لوگ تو خود ہی گھر کے مالک بن کر گھر اور جائیداد پر قبضہ کر بیٹھتے اور سرجون کو ٹھینگا دکھا دیتے... بھلا وہ ان کا کیا بگاڑ لیتا۔"

"یہ تو مسٹر انوپ کمار بتائیں گے۔"

"دراصل یہ سارا منصوبہ سرجون کا ہی تھا، ہم لوگ تو اس کے ہاتھ کی کٹھ پتلی ہیں، میں نے جو قتل کیا تھا اس کے بھی سارے ثبوت سرجون کے پاس موجود ہیں، اس کا طریقہ کار یہی ہے جس سے کام لیتا ہے اس کے جرم کے سارے ثبوت اکٹھے کر لیتا ہے... تا کہ لوگ اس کے سامنے دم بھی نہ مار سکیں۔"

"لیکن انہیں یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ بل کل آ کر لے لینا... وہ کوئی اتنی بڑی رقم تو نہیں تھی۔"

"یہ بھی انوپ کمار ہی بتائے تو بہتر ہے۔"

'' دراصل اس وقت ہمارے پاس واقعی پیسے نہیں تھے... وہ تو ہمیں مسٹر نادر سے لے کر دینے تھے... نادر گھر میں نہیں تھا... اس لیے ایسا کیا... دوسرے دن صبح سویرے پتا چلا کہ ظفران قاضی دو دن پہلے ہی آ رہے ہیں... لہٰذا گھر کو خالی کرنا ضروری ہو گیا تھا... بس افرا تفری میں کسی کو یہ خیال نہ آیا کہ چند سو روپے اسی وقت نہ دینے کی وجہ سے کتنا بڑا منصوبہ فیل ہو جائے گا... کروڑوں کی دولت تین چار سو روپے کی وجہ سے ہاتھ سے نکل گئی۔'' انوپ کمار نے غمگین آواز میں کہا۔

''تم تو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے وہ ساری دولت تمہیں ہی تو ملنی تھی۔''

'' ہمارا بھی تو حصہ تھا اس میں ... اور پھر اس شان دار کوٹھی میں تو ہمیں ہی رہنا تھا۔''

'' ہاں! یہ تو ہے۔''

''لیکن یہ بتاؤ تم تو ایک طرح سے اس کے ساتھی ہوئے.... پھر وہ لوگ تم لوگوں کو بندھا ہوا چھوڑ کر کیسے فرار ہو گئے؟ اور ان لوگوں نے تم کو باندھا ہی کیوں؟'' فاروق نے کہا۔

''ہوا یہ کہ جیسے ہی آپ لوگوں کی ہوٹل میں آمد کے بارے میں پتہ چلا اور فائرنگ شروع ہوئی تو ان لوگوں نے ہمیں باندھ دیا تاکہ ہم

مظلوم لگیں اور آپ لوگوں کو شک بھی نہ ہو کہ ہم نقلی ہیں... بلکہ آپ لوگ یہ سمجھتے رہیں کہ ہم ہی اصلی ظفران قاضی کا گھرانہ ہیں۔''

''ایک اور بات بھی سمجھ میں نہیں آئی۔'' محمود بولا۔

''تو یہ تو تمہاری سمجھ کا قصور ہوا، اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں؟'' فاروق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم چپ رہو، تم سے کس نے پوچھا ہے؟'' محمود نے تلملا کر اس کی طرف دیکھا۔

''اچھا.... تو کیا تم نے مجھ سے نہیں پوچھا۔'' فاروق نے حیران ہونے کی ایکٹنگ کی۔

''یار تم تو چپ رہو دو منٹ۔'' انسپکٹر جمشید بے چارگی کے عالم میں بولے۔

''میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ سرجون نے اس کو ہی کیوں چنا، اپنے کسی خاص بندے پر میک اپ کیوں نہیں کیا؟''

'' یہ میرا خیال ہے کہ کیوں کہ یہ ایک اداکار تھا اور ظفران قاضی کی نقل زیادہ بہتر طور پر کر سکتا تھا۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''لیکن سرجون نے ظفران قاضی کا ہی انتخاب کیوں کیا؟ اس شہر میں تو بہت سے امیر لوگ ہیں۔'' خان رحمان بولے۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو خان رحمان، مگر دو دن میں اس کے خلاف جو تحقیقات ہوئی ہیں، اس سے پتہ چلا ہے کہ اسی طریقہ کار کو استعمال کرتے ہوئے یہ لوگ اور لوگوں کو بھی لوٹ چکے ہیں ....گویا ان کا طریقہ واردات ہی یہ ہے...مگر اس کی بدقسمتی کہ معاملہ اس بار ہم تک آپہنچا۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اس شہر میں اور بھی نقلی گھرانے ہوں گے؟'' پروفیسر داؤد بولے۔

''اس کا امکان ہے، اس بارے میں سرجون سے سختی سے پوچھ گچھ کی جائے گی... اور نقلی گھرانوں کا سراغ لگایا جائے گا۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''لیکن ابا جان، اس سارے قصے میں ان کے بھائی کا کیا تعلق تھا .... اور وہ پرانے اخبارات کیوں ہٹائے گئے تھے ہوٹل سے جس میں ان کے بھائی کا ذکر تھا؟'' فرزانہ بولی۔

''تحقیقات سے یہ بات بھی پتہ چلی ہے کہ ان کے بھائی کا اس کیس سے کوئی تعلق نہیں تھا، بلکہ اخبارات صرف اور صرف تحقیقات کا رخ موڑنے اور ہمیں گمراہ کرنے کے لیئے غائب کیے گئے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''خیر... یہ سب تو ہوا... ساری باتیں صاف ہو گئیں... لیکن مجرم تو ہمارے ہاتھ نہیں آئے... اب تو وہ ہوٹل شاشا کے پاس بھی نہیں آئیں گے۔''

''ان کا کوئی اور ٹھکانا تو ہوگا... ہم اس کا سراغ لگا لیں گے... اول تو مسٹر انوپ کمار بھی ہماری مدد کر سکتے ہیں، مسٹر! اگر آپ قانون کی مدد کریں تو ہم آپ کی سزا میں کمی کرا دیں گے۔''

''ہمیں ان کے کسی ٹھکانے کا پتا نہیں... ہم تو اس گروہ میں ابھی کچھ ہی مدت پہلے شامل ہوئے ہیں۔''

''اچھا چلو یہ بتا دو ... شامل کس طرح ہوئے تھے۔ کیا تمہیں پہلے سے پتا تھا کہ سرجون کا ہوٹل ایسے لوگوں کو پناہ دیتا ہے۔''

''نہیں... مجھے تو نہ سرجون کے بارے میں معلوم تھا ... نہ ہوٹل شاشا کے بارے میں ... قتل کے بعد میں تو ایک دوست کے گھر جا پہنچا تھا ... لیکن وہ دوست بہت گھبرا گیا ... وہ مجھ سے بار بار کہہ رہا تھا ... تم یہاں سے کہیں اور چلے جاؤ... ورنہ تم ہمیں بھی پھنسواؤ گے ...اس پر میں نے اس سے کہا ... ان حالات میں میں کہاں جاؤں ...بس اس کے منہ سے نکل گیا ... ہوٹل شاشا ... اس نے سرجون کے بارے میں بھی بتایا ...رات کی تاریکی میں میں ہوٹل شاشا چلا گیا ... سر

جون سے ملا... اس نے پہلی بات یہ کی کہ پناہ دینے کا معاوضہ میں کیا دوں گا ... میرے پاس جو بھی پونجی تھی ... میں نے اسے اس کے بارے میں بتا دیا ...اس نے اس رقم کے بدلے پناہ دینا منظور کر لیا ... ہوٹل کے نیچے ایسے بے شمار کمرے ہیں...جن میں مجھ جیسے لوگوں کو وہ چھپائے رکھتا ہے ... پھر یہ منصوبہ اس کے کسی آدمی نے اس کے سامنے رکھا تو وہ بول اٹھا ... یہ کام تو پھر انوپ کمار سے لیا جا سکتا ہے ... بس یہ ہے کل کہانی ۔“

”اس دوست کا نام پتا...جن کے پاس تم نے پناہ لی تھی ۔“

”اسے کچھ نہ کہیں... اس سارے معاملے میں اس کا کوئی تعلق نہیں۔“ اس نے گھبرا کر کہا۔

”ہم اس سے صرف یہ پوچھیں گے کہ اس نے تمہیں ہوٹل شاشا کا پتا کیسے بتا دیا۔ ظاہر ہے ... وہ ہوٹل کے بارے میں اور مسٹر سرجون کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوگا ... لیکن تم فکر نہ کرو ...اگر اس کا ان جرائم سے کوئی تعلق نہیں ہے تو ہم اسے کچھ نہیں کہیں گے اور اگر تعلق ثابت ہوگیا تو اسے ہرگز نہیں چھوڑیں گے ... نام پتا بتاؤ۔“

اس نے پتہ بتا دیا ... ان لوگوں کو اکرام کے حوالے کر کے وہ اس پتے پر پہنچے ...دستک کے جواب میں جو شخص باہر نکلا، وہ بہت

سیدھا سادا تھا۔انہوں نے فوراً جان لیا کہ اس کا تعلق کسی جرائم پیشہ گروہ سے نہیں ہوسکتا ... ادھر اس نے ان سب کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا:

”جی فرمایئے۔“

”بیٹھ کر بات کریں گے ۔“

”اچھی بات ہے ۔“

اس نے ان کے لیے ڈرائنگ روم کھول دیا :

”فلمی اداکار انوپ کمار کو جانتے ہیں ۔“

”ہاں! وہ میرا دوست ہے ... ایک اداکار کا قتل ہوگیا تھا اس کے ہاتھوں...وہ بھاگ کر میرے پاس آیا تھا ... لیکن میں نے اس سے صاف کہہ دیا کہ وہ کہیں اور چلا جائے۔“

”تب... وہ کہاں چلا گیا ۔“

”اسے میں نے ہوٹل شاشا کا راستہ دکھایا تھا ... اس لیے کہ وہ جرائم پیشہ لوگوں کا ٹھکانا ہے ۔“

”اور آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوگئی۔“

”فلمی دنیا میں یہ بات مشہور ہے ... وہاں کسی سے کوئی جرم ہو جاتا ہے...تو اسے فوراً مشورہ دیا جاتا ہے ... ہوٹل شاشا چلے جاؤ ۔“

"اس صورت میں تو انوپ کمار کو سیدھے وہاں جانا چاہیے تھا... وہ آپ کے پاس کیوں آیا۔"

"پہلے میں بھی اس کے ساتھ فلمی دنیا میں کام کرتا تھا۔"

"انوپ کمار کو یہ بات کیوں معلوم نہیں تھی۔"

"انوپ کمار نیا نیا فلمی اداکار بنا تھا... میں بہت پہلے سے وہاں کام کرتا رہا تھا۔"

"آپ نے یہ کام کیوں چھوڑ دیا۔"

"بس مجھے نفرت ہوگئی... ہر وقت ایک نقلی دنیا میں رہنا پڑتا ہے۔"

"اور اب آپ کیا کر رہے ہیں۔"

"ایک پرائیویٹ ادارے میں ملازمت کرتا ہوں۔"

"شکریہ! اس کا مطلب ہے ... آپ ہمیں نہیں بتا سکتے کہ سرجون اور اس کے ساتھی ہمیں کہاں ملیں گے۔"

"کیوں ...انہیں کیا ہوا...اپنے ہوٹل میں ملیں گے اور کہاں ملیں گے۔"

"وہ مفرور ہیں...سب کے سب ... ہوٹل کو سیل کر دیا ہے۔"

"اوہ! مجھے یہ باتیں معلوم نہیں ..."

"خیر... آپ کا شکریہ!"

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے:

"ایک منٹ جناب! کیا آپ کسی ایسے شخص کی تلاش میں ہیں جو یہ بتا سکے کہ سرجون اور اس کے ساتھی کہاں چھپے ہوئے ہوں گے۔"

"ہاں بالکل۔"

"فلمی دنیا کے ایک بہت پرانے اداکار نے یہ بات بتائی تھی کہ سرجون جگو دادا کا بہت یار ہے ... جگو دادا فلمی دنیا سے ریٹائر ہو چکا ہے اور آج کل شان باغ میں رہتا ہے ... ہوسکتا ہے ... وہ اس کے بارے میں بتا سکے۔"

"بہت بہت شکریہ ... آپ یہ بات کسی کو بتایئے گا نہیں... بلکہ ہوسکتا ہے ... آپ کی زندگی کو یہ بات بتانے کے بعد خطرہ لاحق ہوگیا ہو... اس لیے آپ کو ہم ایک محفوظ جگہ پہنچا دیتے ہیں۔"

"جی کیا مطلب؟" وہ گھبرا گیا۔

"جب تک سرجون اور اس کے ساتھی پکڑے نہیں جاتے ... اس وقت تک آپ بھی خطرے میں ہیں۔"

اب انہوں نے اپنے دو ماتحتوں کو فون کیا ... وہ فوراً پہنچ گئے۔ ان دونوں کو ان کے بارے میں ہدایات دیں اور پھر اپنے ساتھیوں سے

کہا:

''ہمیں جگو دادا سے ملنا ہوگا ... لیکن اس وقت نہیں، ہم رات کو ملیں گے۔''

سب نے سر ہلا دیے ...رات کے بارہ بجے وہ جگو دادا کی کوٹھی پہنچ گئے ... کوٹھی کے بارے میں وہ دن میں ہی معلومات حاصل کر چکے تھے... انہوں نے پروگرام بنایا تھا کہ چوری چھپے اندر داخل ہوں گے:

'' چلو فاروق! آج تمہیں پائپ کے ذریعے کام دکھانا ہوگا۔''

''جی اچھا۔''

فاروق نے کہا اور پائپ پر چڑھنے لگا ...ان کی نظریں، اس کے ساتھ اوپر اٹھ رہی تھیں...یہاں تک کہ وہ چھت پر پہنچ گیا... اس نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں بتایا کہ چھت پر کوئی خطرہ نہیں ہے اور اب وہ نیچے جا کر کوئی دروازہ کھولے گا۔

چند منٹ کے انتظار کے بعد فاروق ان کے پاس آگیا۔ اس کا مطلب تھا۔ وہ کوئی دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گیا ہے ...اب وہ سب اس کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ یہ ایک بڑی کوٹھی تھی...وہ کمروں کے دروازوں سے کان لگا لگا کر سن گن لیتے ہوئے آگے بڑھتے رہے ... آخر ایک کمرے میں انہیں باتیں کرنے کی آواز سنائی دی ... کوئی

کہہ رہا تھا:

''تم ٹھیک کہتے ہو دوست...ہم سے بنیادی غلطیاں ہوئیں... اگرچہ تھیں چھوٹی چھوٹی ... لیکن ان چھوٹی چھوٹی غلطیوں نے سارا منصوبہ چوپٹ کر دیا ...ظفران قاضی کی جائیداد ہتھیانے کے چکر میں اپنے ہوٹل سے بھی گئے ...افسوس۔''

'' شکر کرو ... گرفتار ہونے سے بچ گئے ... ویسے انسپکٹر جمشید سے بچنا آسان کام نہیں... وہ تم لوگوں کا سراغ لگانے کی سر توڑ کوشش کرے گا... اس لیے مشورہ ہے ... صبح پہلی فرصت میں ملک چھوڑ دو ...جہاں تک میرا خیال ہے... تم ائرپورٹ سے نہیں جا سکو گے ... بحری راستہ تمہارے لیے مناسب رہے گا... غیر قانونی طور پر دوسرے ملکوں کو جانے کے لیے جو لوگ ایجنٹوں کی مدد حاصل کرتے ہیں... وہ ان سب راستوں سے واقف ہیں... تم لوگوں کو بھی ایسے لوگوں ہی کی مدد لینی پڑے گی۔''

'' وہ تم فکر نہ کرو ... ہم کر لیں گے ... بس آج رات خیریت سے گزر جائے ... پھر ہم انسپکٹر جمشید کے ہاتھ نہیں آئیں گے۔''

انہوں نے صاف محسوس کر لیا کہ ایک آواز سر جون کی تھی... جب کہ دوسری آواز ان کے لیے نئی تھی... ظاہر ہے ... وہ آواز اس

سکین اینڈ اپ لوڈ بائے محمد ندیم

پرانے فلمی اداکار کی تھی۔ اس کے بعد بھی وہ کافی دیر تک دروازے سے کان لگائے ان کی باتیں سنتے رہے ...

سرجون اس منصوبے میں اپنی غلطیوں کا ذکر کر کے افسوس کرتا رہا ...اسے سب سے زیادہ افسوس اس بات پر تھا کہ میک اپ کرنے والے نے غلطی سے تل الٹ طرف بنا دیا تھا ... دوسری غلطی بجلی کا بل ادا نہ کرنے کی تھی ... بس ان دو چھوٹی چھوٹی غلطیوں نے پورے منصوبے کی بساط الٹ دی تھی... اس کے بعد وہ کہہ رہا تھا:

'' ظفران قاضی اور اس کے گھر والوں کی قسمت بہت اچھی ہے... وہ بال بال بچے ... ورنہ وہ ہمارے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتر جاتے اور سب کچھ ہمارے قبضے میں ہوتا۔''

'' ہاں میرے دوست! میرا خیال ہے ... یہ ظفران قاضی ضرور کوئی نیک کام کرتا ہے، اسی نیک کام کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اسے بچا لیا ... میں تو کہتا ہوں... سرجون اب تم یہ جرائم کا راستہ چھوڑ دو ... اب جہاں جا کر رہو... جرم کے پاس بھی نہ جانا... اسی میں تمہاری بھلائی ہے ...''

''جرائم میری گھٹی میں پڑے ہیں... یہ مجھ سے نہیں چھوٹیں گے۔''

یہ تمام باتیں ریکارڈ کر لینے کے بعد انسپکٹر جمشید نے دروازے پر ایک نوک دار چیز سے ہلکی سے آواز پیدا کرنی شروع کی... کیونکہ اگر وہ دروازے پر دستک دیتے ...یا دروازہ کھولنے کی دھمکی دیتے تو اندر موجود لوگ دروازہ کھولتے ہی فائرنگ شروع کر دیتے ...اور اس طرح جانی نقصان ہو سکتا تھا...انہوں نے کھرچ کھرچ شروع کی تھی کہ اندر شرجون نے چونک کر کہا:

'' یہ... یہ کیسی آواز ہے۔''

اس وقت تک انسپکٹر جمشید آواز کو روک چکے تھے... فوراً ہی جگو دادا کی آواز سنائی دی:

'' تمہارا وہم ہے ... مجھے تو کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی۔''

'' تم اونچا تو نہیں سنتے۔''

'' تھوڑا بہت۔''

ادھر انسپکٹر جمشید نے پھر آواز شروع کر دی:

'' وہ ... وہ دیکھو... کان لگاؤ... آواز پھر آ رہی ہے۔''

''ہاں! اس بار میں نے بھی آواز سنی ہے ... خیر تم فکر نہ کرو ... باتھ روم میں چلے جاؤ... میں دروازہ کھول کر دیکھتا ہوں... ہوسکتا ہے... کوئی بلی وغیرہ گھس آئی ہو گی... وہ اپنے پنجوں سے ایسی آواز

سکین اینڈ اپ لوڈ بائے محمد ندیم

نکالتی ہے۔"

"ٹھیک ہے... ہم غسل خانے میں چلے جاتے ہیں۔"

اس کے صرف چند سیکنڈ بعد دروازہ کھلا... وہ اس سے پہلے ہی ادھر ادھر ہو چکے تھے... ایک شخص نے پہلے ادھر ادھر دیکھا... اس کمرے کے سامنے کوٹھی کا صحن تھا... جب اسے کوئی نظر نہ آیا تو وہ باہر نکل آیا...

بس اسی وقت انسپکٹر جمشید نے پیچھے سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا... وہ ذرا سی بھی آواز نہ نکال سکا... انہوں نے اس کی گردن پر ایک ہاتھ رسید کیا... وہ اسی وقت بے ہوش ہو گیا... اب وہ پھر کمرے سے باہر تاریکی میں کھڑے ہوگئے۔ چند منٹ بعد سرجون کی آواز سنائی دی:

"کہاں چلے گئے میرے دوست۔"

پھر سرجون بھی کمرے سے نکل آیا... انسپکٹر جمشید نے اس کے سر پر بھی ہاتھ کی ہڈی رسید کر دی... اس سے پہلے وہ اس کے منہ پر ہاتھ رکھ چکے تھے۔

وہ بھی لمبا لیٹ گیا... اس کے بعد گانگو اور جوزی آئے... ان پر بھی آسانی سے قابو پا لیا گیا... پھر اکرام اپنے ماتحتوں سمیت اندر

سکین اینڈ اپ لوڈ بائے محمد ندیم

داخل ہوا... اور انہیں ہتھکڑیاں لگا دی گئیں... سرجون کے دوست جگو دادا کو چھوڑ دیا گیا... کیونکہ وہ سن چکے تھے... وہ سرجون کو جرائم چھوڑ دینے کی تلقین کر رہا تھا...

اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ سرجون وغیرہ نے اس کے گھر میں پناہ لی تھی... لیکن وہ انہیں پناہ دینے کے حق میں نہیں تھا... ان کی گرفتاری کے لیے البتہ اس نے پولیس کو فون نہیں کیا تھا... دوست کا اتنا لحاظ اس نے ضرور کیا تھا... بہرحال انسپکٹر جمشید کی نظروں میں اس کا یہ جرم قابل معافی تھا۔

دوسرے دن اتوار تھا... وہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھے ناشتا کر رہے تھے کہ دروازے کی گھنٹی بجی... فاروق بول اٹھا:

"یہ گھنٹی دوستانہ ہے۔"

"توبہ ہے تم سے یاد نہیں... ابھی ابھی جس کیس سے فارغ ہوئے ہیں... اس کا آغاز دروازے کی گھنٹی سے ہوا تھا۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"ہاں تو پھر، اس سے کیا ہوتا ہے... ضروری تو نہیں کہ ہر مرتبہ دروازے کی گھنٹی سے ہی کیس کا آغاز ہو... اور اس سے پہلے کہ دوبارہ گھنٹی بجائی جائے... میں دیکھتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے بُرا سا

منہ بنایا اور اٹھے ہی تھے کہ محمود نے دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔ وہ مسکرا بیٹھ گئے۔

اور پھر محمود نے آکر بتایا:۔

"ظفران قاضی صاحب آئے ہیں... وہ بھی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ۔"

"اوہ اچھا۔"

انہیں ڈرائنگ روم میں لایا گیا ... اس وقت پتا چلا کہ وہ ان کے لیے بہت بڑے بڑے اور عالی شان قسم کے تحائف لائے تھے...وہ ان چیزوں کو دیکھ کر دھک سے رہ گئے:

"یہ...یہ کیا۔" انسپکٹر جمشید بری طرح ہکلائے۔

"یہ تحائف آپ لوگوں کے لیے... آپ نے ہم سب کی جانیں بچائی ہیں۔"

"جانیں بچانے والی ذات اللہ کی ہے ... اس میں میرا کوئی کمال نہیں... میں نے تو اپنی ڈیوٹی دی ہے ... مہربانی فرما کر آپ یہ تحائف واپس لے جائیں... میں انہیں ہرگز قبول نہیں کروں گا ... اس لیے کہ یہ رشوت ہو جائے گی۔"

"جی نہیں... یہ رشوت نہیں بنتی... آپ کیس حل کر چکے ...

کیس کے دوران اگر آپ مجرموں سے کوئی رقم وصول کرتے تو وہ رشوت ہوتی ... یہ تو ہماری طرف سے تحفے ہی بنیں گے ... اور میں آنے سے پہلے آئی جی صاحب کو بتا کر آیا ہوں... انہوں نے کہا ہے کہ یہ انسپکٹر جمشید کا اور آپ کا آپس کا معاملہ ہے میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتا... لیجیے میں آپ کی ان سے بات کروا دیتا ہوں۔" یہ کہتے ہی انہوں نے موبائل کا بٹن دبا دیا:

فوراً ہی آئی جی صاحب کی آواز سنائی دی ... وہ ان سے کہہ رہے تھے:

"جمشید! مجھے معلوم ہے کہ تمھارا فیصلہ کیا ہو گا ...تم اپنے اصولوں سے کبھی نہیں ہٹتے ہو۔"

"سر! میں ان لوگوں کے جذبے کی دل سے قدر کرتا ہوں لیکن ... میں یہ تحائف شکریے کے ساتھ واپس کر رہا ہوں۔" انسپکٹر جمشید مسکراتے ہوئے بولے۔

"دھت تیرے کی۔"

ظفران قاضی اور ان کے گھر والوں کے منہ سے بے ساختہ نکلا اور وہ مسکرانے لگے۔ ادھر انہوں نے آئی جی صاحب کے بھی ہنسنے کی آواز سنی۔

☆......☆......☆......☆......☆

سکین اینڈ اپ لوڈ بائے محمد ندیم